سوئے طیبہ

سفرنامۂ حج

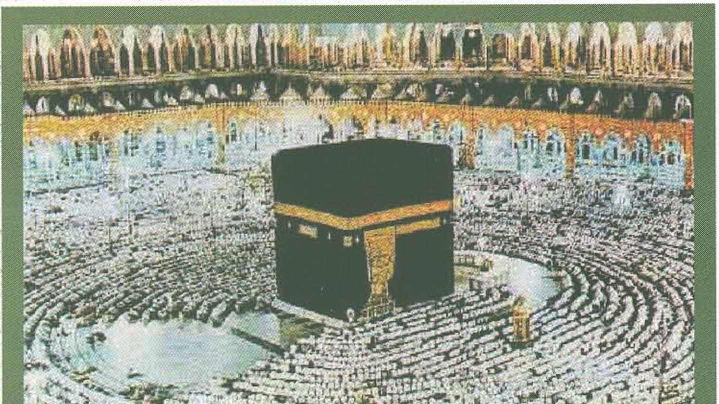

راجا محمد یعقوب حفیظ

سوئے طیبہ

سفرِ نامۂ حج

راجا محمد یعقوب حفیظ

اسلامک پبلی کیشنز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ط

''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔''

﴿آلِ عمران: ۹۷﴾

تلبیہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ

لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ

وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ.

فہرست

	عنوانات		صفحہ
۱	سفرِ سعادت ''سوئے طیبہ''	(پروفیسر محمد اشرف نوید)	۱۲
۲	پیش لفظ	(ڈاکٹر پروفیسر محمد یار گوندل)	۱۴
۳	عقیدت کے پھول	(مصنف)	۱۵
۴	خلش		۱۷
۵	دوسرا حج		۱۷
۶	حج مبارک		۱۹
۷	ٹریننگ		۲۰
۸	تیاری		۲۱
۹	حاجی کیمپ		۲۲
۱۰	آغازِ سفر		۲۳
۱۱	جہاز میں کھانا		۲۵
۱۲	مصروفیاتِ سفر		۲۶
۱۳	ورُودِ کعبہ شریف		۲۷
۱۴	عمرہ		۲۸
۱۵	لطیفہ		۳۳

۱۶	بھول	۳۳
۱۷	مدینہ شریف روانگی	۳۵
۱۸	اونٹ	۳۷
۱۹	سفری نماز	۳۹
۲۰	چیک پوسٹ	۴۰
۲۱	وُرودِ مدینہ	۴۰
۲۲	مسجدِ نبویؐ میں داخلہ	۴۱
۲۳	ریاض الجنۃ	۴۳
۲۴	ستونِ حرمِ نبویؐ	۴۴
۲۵	زیارات	۴۶
۲۶	جنت البقیع	۴۷
۲۷	مسجد قبا، مسجدِ شمسہ	۴۸
۲۸	حضرت سلمان فارسی کا باغ	۴۹
۲۹	جبلِ اُحد	۵۱
۳۰	مسجد قبلتین	۵۲
۳۱	ملاقات	۵۴
۳۲	پاکستانی جھنڈا	۵۵
۳۳	مدینہ سے واپسی	۵۶
۳۴	مسجد نبویؐ سے جدائی	۵۶
۳۵	احرام	۵۶
۳۶	دوسرا عمرہ	۵۷

۳۷	انڈونیشین اور ایرانی حاجی	۵۸
۳۸	مولوی شاد حسن	۵۹
۳۹	نیا سال مبارک	۶۰
۴۰	مکہ میں معمولات	۶۰
۴۱	مدرسہ صولتیہ	۶۱
۴۲	مختلف قوموں کی نفسیات	۶۳
۴۳	حبشی	۶۳
۴۴	انڈونیشین	۶۴
۴۵	ایرانی	۶۵
۴۶	عورتوں کی نفسیات	۶۵
۴۷	حادثہ	۶۶
۴۸	منٰی روانگی	۶۷
۴۹	وقوفِ عرفات	۷۰
۵۰	خیر البشر	۷۱
۵۱	ایک واقعہ	۷۳
۵۲	عرفات سے مزدلفہ کا سفر	۷۵
۵۳	منٰی کو واپسی	۷۶
۵۴	طواف زیارت	۷۸
۵۵	سعی	۸۰
۵۶	ایک واقعہ	۸۱
۵۷	رمی کا دوسرا دن	۸۲

۵۸	رمی کا تیسرا دن	۸۳
۵۹	شیطان سے مکالمہ	۸۴
۶۰	رمی سے واپسی	۸۷
۶۱	حج کے بعد	۸۹
۶۲	حاجیوں کی واپسی	۸۹
۶۳	جدہ روانگی	۹۱
۶۴	موسم کا حال	۹۲
۶۵	سمندری لہریں	۹۳
۶۶	نقلی گاڑی	۹۴
۶۷	پارک	۹۴
۶۸	مچھلی مارکیٹ	۹۵
۶۹	عزیزیہ	۹۷
۷۰	نیلی مارکیٹ	۹۷
۷۱	سمندر کا ساحل	۱۰۰
۷۲	اونٹ کا مجسمہ	۱۰۱
۷۳	جدہ سے واپسی	۱۰۱
۷۴	مقامِ ولادت حضور صلعم اور حضرت خدیجہؓ کا گھر	۱۰۲
۷۵	غارِ ثور	۱۰۳
۷۶	واپسی	۱۰۴
۷۷	طوافِ وداع	۱۰۴
۷۸	ضمیمہ: حج کرنے کا طریقہ	۱۰۶

............☆☆☆............

خلش

مسلمان عملی طور پر یا روحانی طور پر کتنا ہی کم زور کیوں نہ ہو مگر حج کرنے کی خواہش اس کے دل میں ضرور ہوتی ہے۔ بندہ بھی عملی طور پر بہت کم زور ہے اور ایمانی کیفیت تو خدا ہی جانتا ہے۔ میرے دل میں حج کرنے کی خلش ہر وقت موجود رہتی تھی۔ میں اکثر نماز کے بعد دُعا کیا کرتا تھا: اللّٰہ! میرے لیے حج کرنا آسان بنا دے، میرے لیے حج کے وسائل پیدا فرما، اللّٰہ نے دعا قبول کر لی۔

دُوسرا حج

گاؤں کے زمین دار اپنے قطعۂ زمین میں خواہ وہ گاؤں کے نزدیک ہو یا دور اس میں چھوٹا سا گھر بنا لیتے ہیں جہاں سے وہ زمین کی نگرانی بہتر طریق سے کر سکتے ہیں اور اپنے جانور آسانی سے پال رکھ سکتے ہیں۔ اس گھر کو مقامی زبان میں ''ڈیرہ'' کہتے ہیں۔ میں ایسے ہی ایک ڈیرے پر پیدا ہوا۔ میری عمر تقریباً چار سال ہوگی کہ گھر میں دادا ابو کے حج پر جانے کی باتیں ہونے لگیں۔ دادا کو پوتوں سے بہت زیادہ لگاؤ ہوتا ہے، پھر جب پوتا بھی ایک ہی ہو تو سبھی کی آنکھ کا تارا ہوتا ہے۔ میرا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ دادا جان کا نیارا امی کا دلارا، ابو کی آنکھ کا تارا تھا، مَیں یہ باتیں سنتا تو دادا ابو سے کہتا:

''دادا ابو! مَیں بھی آپ کے ساتھ حج کو جاؤں گا۔''

دادا ابو کہتے: ''ہاں تُو میرے ساتھ ضرور جائے گا۔''

جب میرا اصرار بڑھا تو ایک دن دادا ابو نے مجھے کندھے پر بٹھایا اور ایک ڈیرے پر لے گئے، پھر دوسرے ڈیرے پر لے گئے، پھر تیسرے ڈیرے پر، پھر چوتھے پر لے گئے۔ یوں پانچ چھے

ڈیرے کندھے پر بٹھا کر سیر کروالائے، راستے میں چیزیں بھی کھلائیں، گھر آ کر دادا ابو کہنے لگے، یہ ہوا آپ کا حج۔ اب تو مَیں حاجی ہو گیا۔ میں خوش تھا کہ میرا حج ہو گیا، یوں میں ایامِ معصومیت میں حاجی ہو گیا تھا۔

میرا پوتا عبداللہ ابھی چار سال کا ہے۔ حج سے واپسی پر ہم اس کے لیے عربیوں والا لمبا چوغا لائے، اس پر سنہری دھاگے سے کڑھی ہوئی جیکٹ بھی تھی۔ جب اس نے پہنی تو سبھی کو بتانے لگا۔ دیکھو! میں تو حاجی ہو گیا ہوں۔ میرے ساتھ ایک دفعہ دعوت میں گیا تو دوستوں نے نام پوچھا تو بتانے لگا میرا نام ہے ''حاجی عبداللہ حسین'' یوں وہ بھی حاجی ہو گیا لوگوں کو بتاتا ہے جب میں لمبا کرتہ پہنتا ہوں تو حاجی ہو جاتا ہوں۔

مَیں سکول سے ترقی کر کے کالج تو چلا گیا مگر روپے پیسے کی ترقی کہاں! کالج پہنچ کر احساس ہوا کہ یہاں کا اسلوب بھی عجیب ہے کہ سکول پر ترقی زیادہ اور کالج میں کم۔ سکول میں آٹھ نو سال بعد سینئر ہیڈ ماسٹر اور اس کے چند سال بعد گریڈ اٹھارہ سے انیس میں ترقی۔ اس کے برعکس کالج کا استاد سترہ اٹھارہ سال سروس کر کے سترہویں گریڈ سے ریٹائر ہو کر گھر چلا جائے تو چلا جائے۔ مگر ترقی کی حسرت پوری نہ ہو۔ سترہ یا اٹھارہ سال انتظار کے بعد جب ترقی کا وقت آئے تو A.C.R خراب ہو تو پھر............ تو بس اسی پر گزارہ کرتا ہے۔ میں کالج کی زندگی میں خوش تو ہوں مگر میرے سکول کے ساتھ گریڈ انیس میں اور ان سے سینئر ابھی گریڈ سترہ میں۔ واہ کیا کہنے تعلیمی پالیسی کے۔

بس حج کے لیے پیسے کہاں جمع ہوتے تنخواہ میں تو دال روٹی ہی چلتی ہے۔ تصور میں حج کرنے جاتا، نماز کے بعد خدا سے دعا کرتا۔ اللہ! تو مجھے حج کا موقع عطا فرما۔ حج پر جانے کو جی بے قرار ہے۔ کوئی صورت پیدا فرما۔ اے اللہ! تو سب کی دعائیں سنتا ہے۔ آخر اس نے میری دعا بھی سن لی۔

ناصر بیٹا ایک دن اپنے ایک دوست کو فون پر اس کے ابو کے حج پر جانے کی مبارک باد دے رہا تھا۔ مَیں نے فون پکڑ لیا اور ناصر بیٹے کے دوست سے کہا کہ دوست سے کہونا کہ وہ بھی آپ کی

طرح حج مبارک کا مستحق بن جائے۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ اگلا حج آیا گزر گیا۔ مَیں ہر سال ''حج کی درخواستیں یہاں جمع ہوتی ہیں'' کے بینرز پڑھتا اور خاموشی سے سر جھکائے دل میں حج کی حسرت لیے گزر جاتا۔ ایک دن یونائیٹڈ بنک کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ مینجر نے آواز دے کر بلالیا۔

راجا صاحب! آپ حج کے فارم کیوں نہیں پُر کرتے۔

جی: پیسے کون دے۔

جی اللہ نے بندوبست کر دیا ہے۔

آپ کے دو حجوں کے پیسے ہمارے پاس جمع ہیں۔

ارے! میرا کون مہربان پیسے جمع کروا گیا ہے۔

جی آپ کا بیٹا!

مَیں نے فارم لیے گھر جا کر اہلیہ کو نوید مسرت سنائی تو وہ اسے مذاق سمجھنے لگی، کہنے لگی:

''آپ نے کبھی پس اندازی کی ہے، حج کا ہے کو ہوگا۔ جب میں نے فارم پر دست خط اور انگوٹھا لگوایا تو سمجھی یہ تو بالکل سچ ہے۔ فوراً سجدے میں چلی گئی۔ فوٹو بنوانے اور بازار سے نئے کپڑے خریدنے چلی گئی۔ روزانہ حج کے خواب دیکھنے لگی۔ اس کی امی پھولے نہ سمائی، بچے بھی گھر میں خوش گویا گھر میں بہار سی آگئی۔

درخواست کا مرحلہ گزر گیا۔ ہمارا نو آدمیوں کا گروپ تشکیل پایا۔ جس میں چھے عورتیں اور تین مرد تھے۔ مَیں اور میری اہلیہ رانی رابعہ، بابا سردار خان اور مہمند خان، اس کے ساتھ پانچ عورتیں تھیں۔ ایک اس کی بہو، اس کی ماں، دو بہنیں اور ایک بھابی۔

حج مبارک

ایک ماہ گزر گیا تو وزارتِ حج کی طرف سے حج کا مبارک نامہ موصول ہوا۔ مجھے اور اہلیہ کو بھی گویا ہم دونوں کی درخواستیں منظور ہوگئی تھیں۔ اہلیہ تو پھولے نہ سماتی تھی۔ نماز میں اضافہ کر دیا۔

باتوں میں کمی تو نہ آئی البتہ حج کی باتوں اور ذکر، اذکار میں اضافہ ہو گیا۔ اپنی امی سے جو پہلے حج کر چکی تھیں، حج کی معلومات لینے لگی۔ ''منیٰ'' کیا ہوتا ہے۔ ''مزدلفہ'' کہاں واقع ہے۔ عرفات کا میدان کتنا دُور ہے۔ وہاں کیا کیا عمل کرنا ہے۔ کون کون سی زیارتیں کرنی ہیں۔ صبح شام یہی تبصرہ ہوتا۔ اہلیہ نے خوب یاد کرلیا کہ کس پہاڑ پر چڑھنا ہے کہاں نفل پڑھنا ہیں۔

مَیں بازار سے حج کے متعلق کتابیں خرید لایا۔ ان کا مطالعہ شروع کر دیا جس سے مجھے بہت زیادہ معلومات حاصل ہوئیں۔ یہ کہ کہاں کہاں جانا ہے۔ کیا کیا دعائیں مانگنی ہیں۔ ایک ڈائری بھی تیار کر لی جس میں خاص خاص چیزیں اور دعائیں رقم کرلیں تاکہ بوقت ضرورت اس ڈائری کو کام میں لاسکوں۔ گویا بن دیکھے حاجی بن گیا۔ تلبیہ اور دیگر کچھ دعائیں یاد کرلیں۔ کعبہ اور مسجد نبوی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا۔ دوست احباب آتے جو حج کر چکے تھے وہ ضروری ہدایات سے نوازتے اور جو حج کی سعادت سے محروم تھے وہ صرف دعاؤں کی التجا کرتے، کچھ لوگ ٹوپی تسبیح یا رومال لانے کو بھی کہتے۔

ٹریننگ

خدا خدا کر کے صنم ٹوٹا اور چند روز بعد دوسرا خط بھی ملا۔ جس میں سارا پروگرام ٹائپ تھا۔ قدیر ہال بھلوال میں حج ٹریننگ کیمپ لگایا گیا تھا جس میں ٹیکے جو ''ہوائی سفر سے پہلے یا حج سے پہلے ہوتے ہیں'' لگوانے کی ہدایت تھی۔ ہم مقررہ تاریخ کو قدیر ہال بھلوال پہنچے۔ ہال کے اندر ایک صاحب جو الحاج تو تھے مگر باشرع نہ تھے، خوب صورت ہدایات دے رہے تھے۔ حج کے بارے میں اُن کی معلومات بہت زیادہ تھیں انھوں نے ساتھ لے جانے کے لیے سامان اور کپڑوں کی لسٹ لکھوا دی۔ ضروری ہدایات بھی دیں کہ حاجی کیمپ میں کیا کیا کام کرنا ہیں۔ احرام کہاں باندھنا ہے۔ ائرپورٹ پر جہاز روانہ ہونے سے کتنے گھنٹے پہلے پہنچنا ہے۔ جہاز میں کیا سہولتیں ہوں گی۔ مکہ میں ٹھہرنے کی کیا صورت ہوگی۔ مدینہ میں کون کون سی زیارات کرنا ہیں۔ مَیں نے سب

چیزیں نوٹ کرلیں۔ جب یہاں سے فارغ ہوکر ٹیکے لگوانے والے کے پاس گئے تو ٹیکے ختم ہو چکے تھے۔ جب کہ ابھی حاجیوں کی آدھے سے زیادہ تعداد باقی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ٹیکے تھوڑے کیوں لاتے ہیں تو آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ جس سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ

زکوٰۃ خرچ ہوتی ہے اللہ کی راہ میں
سمیٹ کر صاحب چلے حج کی راہ میں
واعظ سے کوئی جا کر یہ تو عرض کرے
یہ بھی تو خرچ ہوگی اللہ کی راہ میں

حج کے لیے روانگی ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۵ء بروز شنبہ بوقت ۱۸:۳۰ رات مقرر کی گئی تھی۔ ہمیں حاجی کیمپ ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۵ء بروز پنج شنبہ حاضر ہونا تھا۔ ہمارا جہاز سعودی ائر لائن تھا۔

تیاری

بس اب تو ہم زور شور سے حج کی تیاری میں لگ گئے۔ میں نے دو جوڑے کپڑوں کے نئے بنوائے اور دو پرانے رکھ لیے، اہلیہ نے بھی تین چار جوڑے بنوا لیے، سامان سفر کے لیے ایک بیگ خریدا۔ دوست احباب مبارک باد دینے آنے لگے۔ ڈاکٹر ناصر صاحب چوں کہ لاہور ہی میں ہوتے ہیں، اُنھوں نے ہمیں ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۵ء بروز چہار شنبہ شام کو لاہور لے جانا تھا تا کہ ہم صبح آسانی سے حاجی کیمپ جا سکیں۔ ۱۳ر دسمبر ۲۰۰۵ء شام کو بھائی بہنیں ہمیں الوداع کہنے آ گئے۔ یہ دن عجیب خوشی اور امید کی فضا میں گزرا۔ ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۵ء بروز چہار شنبہ کو ہم چار بجے گھر میں سبھی دوست احباب کو گلے ملے اور حج کے سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ سب بھائی بہنوں نے ہمیں خوشی خوشی الوداع کہا۔ گلے شکوے اور ناراضیاں دور ہو گئیں۔ ہمارے ساتھ طارق بیٹا بھی تھا جو ہمیں ائر پورٹ تک چھوڑنے جا رہا تھا۔ ہم پہلے قبرستان گئے، بزرگوں کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر تو کالا گئے، وہاں مغرب کی نماز بابا سردار کے ڈیرے پر پڑھی، بابا سردار ہمارا حج کا ساتھی تھا، اُسے

لے کر ہم چل پڑے، مسقط کار چلا رہا تھا۔ کار موٹروے پر رواں دواں تھی ہم خیالات کی دنیا میں مگن حج کر رہے تھے۔ آٹھ بجے کے قریب ہم لاہور پہنچ گئے۔ ڈاکٹر ناصر نے ہمارے آرام کا پورا انتظام کیا ہوا تھا۔ چھوٹے بچے دادی اماں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

حاجی کیمپ

۱۵۔ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز پنج شنبہ صبح دس بجے کے قریب ہم حاجی کیمپ پہنچے جو کہ ایک پرانی عمارت میں ہے جو کبھی طلبا کا ہاسٹل ہوا کرتی تھی، حاجی کیمپ ریلوے اسٹیشن لاہور کے بالکل قریب بنایا گیا تھا۔ کیمپ کے اندر پوری دنیا آباد تھی۔ ایک طرف اسٹال لگے ہوئے تھے جہاں حاجیوں کے لیے ضرورت کی ہر چیز دست یاب تھی، مثلاً احرام، بیٹی، ڈائری، پنسل اور راہ نمائے حج وغیرہ۔ یہ دکان دار سادہ لوح حاجیوں کی ''مدد'' کر رہے تھے۔ ان کا سامان ذرا گھٹیا مگر قیمت زیادہ تھی۔ مثلاً ہمارے کارڈ پر لکھا ہوا تھا کہ ہر حاجی کو پی آئی اے والے احرام بطورِ تحفہ دیں گے جب کہ ہما جہاز سعودیہ ائر لائن کا تھا۔ ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ سہولت صرف پی آئی اے کی ہے، ہماری نہیں۔ آپ کو بازار سے خریدنا ہوگا۔ ہمیں احرام تو خریدنا تھا جو کہ حاجی کیمپ سے تین سو روپے میں ملا، جب کہ بازار سے ہم نے دو سو روپے میں خریدا تھا۔ دوسرا یہ کہ بازار والے کپڑے کی کوالٹی بھی ذرا بہتر تھی۔ بیٹی جو بازار سے ساٹھ ستر روپے کی مل جاتی ہے، حاجی کیمپ میں صرف سو روپے میں ملی، یوں یہ خدمت گزار حاجیوں کی خدمت کر رہے تھے۔

حاجی کیمپ میں سب سے پہلے ہمیں حج کا پاسپورٹ حاصل کرنا تھا۔ حاجی کیمپ میں راہ نمائی کے لیے لوگ موجود تھے۔ ہماری راہ نمائی ایک کمرے کی طرف کی گئی وہاں ایک آدمی نے ہم سے سابقہ لیٹر لیا اور پاسپورٹ دے دیا۔ اس کے بعد ہماری راہ نمائی ایک ڈسپنسری کی طرف کی گئی۔ یہاں ہمیں ٹیکے لگائے گئے۔ پھر ہم بنک کی طرف آئے اور قطار میں کھڑے ہو گئے اور اپنی باری کا انتظار کرنے لگے۔ ہم اپنی باری پر بنک کے اندر گئے۔ وہاں سے ہمیں ایک سفری بیگ

۵۳۰ امریکی ڈالرز اور ۲۹ ریال ملے تاکہ سعودیہ پہنچ کر ہم ایک دو دن ان ریالوں سے گزارہ کر سکیں۔ اس کے بعد ہم اپنی ضرورت کی کرنسی نکلوا کر کام چلا سکیں۔ بنک کی طرف سے ہمیں ایک عدد ہینڈ بیگ بھی ملا تھا جو کہ بنک کی طرف سے ہر حاجی کو تحفہ دیا جاتا ہے۔ کام ٹھیکے پر کیا گیا تھا اس لیے وہ استعمال کے قابل تو نہ تھا بہر حال حج کے موقع پر چند دن گزارنے کے لیے موزوں تھا۔ اس طرح ہم دو بجے تک حاجی کیمپ رہے۔ حاجی کیمپ کے راہ نما نے ہمیں کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کمرا کھول دیتے ہیں۔ آپ دو دن آرام سے رہ سکتے ہیں۔ ہم نے کہا نہیں۔ ہم اپنے گھر رہیں گے۔ حاجی کیمپ والوں نے کہا: آپ کی مرضی، بہر حال آپ کو ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز شنبہ بارہ بجے سے پہلے حاجی کیمپ آنا ہوگا۔

۱۶ دسمبر جمعہ کا دن تھا۔ مَیں سارا دن چھٹی منظور کروانے میں مصروف رہا۔ اللہ کے فضل وکرم سے چھٹی منظور ہوگئی۔ اور میں جمعہ پڑھ کر واپس گھر آ گیا۔

آغازِ سفر

۱۷۔ دسمبر ۲۰۰۵ء ہمارے لیے ایک یادگاری دن تھا۔ گزشتہ رات گھر سے چھوٹا بھائی، بہنوئی اور بھتیجا بھی پہنچ گئے تھے، صبح ہم نے نہا دھو کر اجلے کپڑے پہنے اور گپ شپ میں مصروف ہو گئے۔ گپ شپ کا موضوع حج ہی رہا۔ اس طرح بارہ بج گئے۔ ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا۔ اہلیہ نے ایک پراٹھا کاغذ اور پھر کپڑے میں لپیٹ کر بیگ میں رکھ لیا۔ ناصر کہنے لگا:

امی جان: ''کھانا تو جہاز والے بھی دیں گے، پھر یہ پراٹھا کیوں باندھ رہی ہیں۔''

''بیٹا جی! پھر بھی کسی وقت ضرورت پڑ سکتی ہے، شوگر کی مریضہ ہوں، بھوک بہت لگتی ہے۔''

ہم گھر سے ایک بجے کے قریب نکلے، ناصر نے ہمیں حاجی کیمپ کے سامنے اتار دیا۔ وہاں ہمیں اور دوست بھی ملنے آئے ہوئے تھے۔ حاجی کیمپ میں میرے گروپ کے باقی ساتھی بھی آ گئے۔ ہم اکٹھے ایک جگہ بیٹھ گئے۔ دو بجے کے قریب اعلان ہوا کہ ۷۳۱۔ ایف کے حاجی آ

جائیں۔ دوسرے دروازے کے سامنے بسیں کھڑی تھیں ہم اپنے عزیزوں سے گلے مل کر بسوں میں جا بیٹھے۔ ہم تین بجے ائر پورٹ پہنچ گئے۔ وہاں بھی کچھ ملنے والے موجود تھے۔ عصر کی نماز بڑے ہال میں پڑھی۔ پھر ہمیں ایک دُوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔ وہاں ہمارا سامان چیک کیا گیا، مردوں اور عورتوں کی جامہ تلاشی بھی لی گئی۔ وہاں بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ کوئی مسافر کھانے پینے کی چیز مثلاً مٹھائی یا روٹی وغیرہ اپنے ساتھ جہاز میں نہیں لے جائے گا۔ جب انھوں نے ہمارا سامان چیک کیا تو اہلیہ کی روٹی دیکھ کر عملہ نے مسکرا کر اسے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ ہمارے پاس سامان مختصر تھا، چیک کرنے نہ کرنے کے برابر تھا۔ ائر پورٹ کے اندر ہم نے مغرب کی نماز پڑھی نماز کے بعد ہم سب نے احرام باندھ لیا۔ سردی سے ہر شخص کانپ رہا تھا۔ ادھر ہمیں ایک لائن میں کھڑا کر دیا گیا، ہمارے بیگ تو پہلے ہی جہاز میں جا چکے تھے۔ صرف ہینڈ بیگ ''جن میں اَن دُھلے کپڑے اور کچھ کاغذات تھے'' ہمارے ہاتھوں میں تھے۔ ہم ایک تنگ سی گلی میں چلنے لگے ہمیں تب پتا چلا جب ہم جہاز کی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ اِتفاقاً میری سیٹ جہاز کی کھڑکی کے ساتھ تھی۔ جس سے میں بہت خوش ہوا کیوں کہ میں آسانی سے باہر دیکھ سکتا تھا اور فضا سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔ ٹھیک ۱۸:۳۰ بجے جہاز نے آہستہ آہستہ حرکت شروع کی ابھی پوری طرح اندھیرا نہیں چھایا تھا اس لیے کھڑکی سے باہر کے نظارے آسانی سے دیکھ رہا تھا۔ جہاز پہلے آہستہ آہستہ رینگنے لگا، پھر ذرا تیز پھر بہت تیز اس کے بعد ایک جھٹکے کے ساتھ زمین چھوڑ گیا۔

میری سیٹ جہاز کے پہلے حصے میں تھی سامنے سکرین لگی ہوئی تھی جو جہاز کی رفتار، بلندی راستے کی نشان دہی کر رہی تھی کہ اب جہاز کہاں ہے، اس کی سمت کس طرف ہے وقت کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں بڑی توجہ سے باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لاہور شہر کو اپنے پاؤں کے نیچے دیکھا، روشنیاں دیکھیں، چلتی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں، یہ بڑا خوب صورت نظارہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد جہاز کی طرف سے خوش آمدید کہا گیا اور یہ بھی بتایا گیا کہ ہم پانچ گھنٹے بعد جدہ ائر پورٹ پر اُتریں گے۔

ہوائی جہاز میں

مَیں باہر دیکھتا، پھر سامنے سکرین پر جہاز کی رفتار دیکھتا، اُونچائی دیکھتا اور جہاز کا روٹ دیکھتا۔ پھر دوبارہ باہر دیکھنے لگتا، لاہور نظروں سے غائب ہوگیا۔ اب ہم ۳۷۰۰۰ فٹ کی بلندی پر پرواز کررہے تھے۔ میری زیادہ تر توجہ باہر ہی تھی مجھے اچانک نیچے روشنیاں نظر آتیں تو میں سمجھ جاتا کہ نیچے کوئی شہر ہے۔ کئی شہر آئے، چھوٹے بھی بڑے بھی، بعض شہروں یا قصبوں کی روشنیاں مدّھم ہوتی تھیں اور بعض کی تیز، بعض شہر ترتیب سے بنے ہوئے تھے، اور بعض بے ترتیب۔

جہاز میں کھانا

جہاز میں ایک گھنٹا گزرا ہوگا کہ کھانا آ گیا۔ چھوٹی چھوٹی ڈبیوں میں کئی چیزیں تھیں۔ صفائی کا بہت خیال رکھا گیا تھا، حیرانی کی بات یہ تھی کہ جس سیٹ پر بیٹھے تھے اس کے دائیں بازوؤں میں سے میز برآمد کی گئی۔ جس پر کھانا چنا گیا۔ کھانے کے ساتھ کولڈ ڈرنک بھی پیش کیا گیا۔ اگر آپ چائے کا مطالبہ کریں تو وہ بھی حاضر، ایک پیک میں چاول تھے اس کے آدھے حصے میں سالن شاید مٹن تھا ایک عدد بن مگر چھوٹا سا۔ مکھن کی ایک ٹکیا، سلاد اور چسکا بھی تھا۔ ہم بلانوش تو تھے ہی ایک پیک سے سیری بھلا کیسے ہوتی، مَیں نے ائرہوسٹس کو بلایا اور کہا:

''بیٹا! یہ پیک آپ نے کیسے بنائے ہیں؟''

''جی! انھیں کیا ہے؟''

یہ اکارڈنگ ٹو فزیک کنڈیشن ہونا چاہیے تھے۔

یہ تو ایک جیسے ہیں۔

بس سر! وہ مسکرائی اور چلی گئی اور چاولوں کا ایک پیک اور لے آئی۔

شکریہ! مگر ایک کپ چائے۔

یس، پلیز Dont Mind

کھانے کے بعد وہ میرے اور میرے ساتھی کے لیے چائے لے آئی، چائے پھیکی تھی۔ اس کے ساتھ وہ ایک عدد چھوٹا سا پیکٹ بھی دے گئی۔ جس میں مزید چھوٹے چھوٹے پیکٹ تھے جن میں نمک، چینی دودھ وغیرہ تھا۔ میں نے وہ سب چیزیں چائے کے کپ میں انڈیل دیں اور چسکی لینے لگا۔ میری یہ حرکت دیکھ کر ائر ہوسٹس مسکرانے لگی اور دوسری کو بھی بتانے لگی:

''بابا از ویری ڈارلنگ۔''

جہاز میں مزید دو گھنٹے گزرے ہوں گے کہ وہی ائر ہوسٹس دو کپ چائے اٹھائے آ رہی ہے۔ ایک کپ مجھے تھما دیا اور دُوسرا میرے ساتھ بیٹھے ہوئے مسافر کو۔ وہ دور کھڑی ہو کر مجھے دیکھنے لگی اور مسکرانے لگی۔ میں نے دیکھا تو دوسری ائر ہوسٹس بھی مجھے دل چسپی سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے جب وہی عمل دہرایا تو وہ دونوں مسکراتے ہوئے چلی گئیں۔

مصروفیاتِ سفر

جہاز میں میرا سارا وقت باہر دیکھنے، سامنے سکرین پڑھنے اور اُونگھنے میں گزرا۔ پھر اعلان ہوا کہ ہم اللہ کے فضل و کرم سے جدہ ائر پورٹ پر اترنے والے ہیں۔ اپنے سیٹ بیلٹ کس لو، ہم نے اپنے بیلٹ کس لیے۔ میں حسب معمول نیچے دیکھنے لگا۔ جدہ کا سارا شہر میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ سیدھی سڑکوں پر چلتی کاریں اور بسیں عجیب نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ دل میں عجیب سی مسرت اور طمانیت تھی۔ سارا دن اور رات بھی سفر میں گزاری اس کے باوجود تھکاوٹ کا احساس نہیں تھا۔ ائر پورٹ آ گیا۔ جہاز کی رفتار کم ہونے لگی۔ دو سو پھر سو پھر پچاس، پھر بیس، پھر دس اس طرح جہاز ایک جگہ کھڑا ہو گیا۔ تمام مسافر اترنے لگے ہم بھی اتر گئے۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ ہم جنگل میں اتر گئے ہیں۔ سامنے ایک بس کھڑی تھی۔ اس میں ہمیں سوار ہونے کو کہا گیا ہم اس میں داخل ہوئے تو اس میں سیٹیں تو بس چند ایک تھیں جو صرف بوڑھے اور معذور لوگوں کے لیے ہوں گی۔ باقی سب

نے کھڑے ہو کر جانا تھا، بس بہت بڑی تھی لمبی اور چوڑی بھی۔ وہ آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ ہمیں ائر پورٹ کے دفاتر میں لے آئی۔ عمارت بہت بڑی اور عمدہ تھی۔ بنانے والے نے کمال صناعی دکھائی تھی۔ ہمیں مختلف راستوں اور دروازوں سے گزار کر ایک جگہ انتظار کرنے کو کہا گیا۔

جدہ ائر پورٹ پر جب ہم پہنچے تو پاکستانی وقت کے مطابق رات کے ساڑھے گیارہ بجے تھے جب کہ سعودیہ وقت کے مطابق ساڑھے نو، ہم نے عشا کی نماز ائر پورٹ پر نماز کے لیے مقررہ جگہ پر باجماعت ادا کی۔ پھر ہمیں ایک اور جگہ جانے کو کہا گیا۔ وہاں ہمیں تین چار گھنٹے ٹھہرنا پڑا۔ رات دو بجے ہم نے دوبارہ وضو کیا اور تہجد کی نماز ادا کی۔ پھر ہمیں ایک بس میں سوار کیا گیا۔ جو ہمیں مکہ معظّمہ کی طرف لے جانے والی تھی۔ راستے میں کئی مرتبہ ہمیں چیک کیا گیا ہمارے پاسپورٹ جمع کر لیے گئے۔ ایک عدد تعارف نامہ ہمارے گلے میں لٹکا دیا گیا اور دوسرا ہمارے بازو پر باندھ دیا گیا۔

وُرُودِ مکہ شریف

چار بجے ہم مکہ شریف پہنچ گئے۔ راستے میں ہمیں ایک شاپر دیا گیا۔ جس میں ایک عدد بوتل (آبِ زم زم والی) ایک بن اور ایک بسکٹ کا پیکٹ تھا۔ ہمارے گروپ میں ایک بوڑھی عورت بھی تھی جس کی کمر جھک چکی تھی وہ چلنے کے قابل بھی نہ تھی۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ تھا۔ مکہ میں ہمیں جرول کے علاقے میں ٹھہرنا تھا۔ مختص عمارت کے سامنے ہماری بسیں رکیں۔ ایک آدمی نے ہماری راہ نمائی کی۔ میں عمارت میں داخل ہوا تو ایک آدمی سامنے کاپی پنسل لے کر بیٹھا ہوا تھا وہ کمرے الاٹ کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے گروپ کی تفصیل پوچھی، میں نے بتایا کہ ہمارے گروپ میں چھے عورتیں ہیں اور تین مرد۔ نیز ایک عورت معذور بھی ہے۔ اس نے گراؤنڈ فلور پر ہمیں دو کمرے دیے۔ ایک میں چھے بستر تھے جو خواتین کے لیے تھا، دُوسرا تین بیڈز کا کمرا مردوں کے لیے۔ دونوں کمروں کے ساتھ باتھ تھے اور درمیان میں کچن بھی تھا۔ نیز ایک بڑی سی فریج بھی موجود تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ گیس کے چولھے کی سہولت بھی تھی۔ یوں ہمیں) ضرورت کی ہر چیز

مہیا تھی۔ یہ عمارت حرم کعبہ کے دوسو گز کے فاصلے پر ہوگی۔ ہمیں حرم جانے کے لیے دس سے پندرہ منٹ لگتے تھے۔

عمرہ

ہم اپنے کمروں میں اپنا اپنا سامان سجا رہے تھے کہ معلم کا آدمی آیا ہر شخص کو کھانے کا ایک ایک پیک دے گیا، جس میں دو دو روٹیاں اور سالن تھا۔ بھوک خوب چمک رہی تھی، رات بھر کا رت جگا تھا، سفر کی تکان بھی تھی، صبح کے ساڑھے چار بج رہے تھے، ہم نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، شوق اور محبت ان سب چیزوں پر غالب تھی جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو ایک لمبے چوغے والا عربی آیا، اس نے ہمیں اپنی زبان میں سوئے حرم چلنے کو کہا، ہم اپنا اپنا سامان تو مناسب جگہ پر رکھ ہی چکے تھے، اور کھانا بھی کھا لیا تھا، ہم نے اپنے کمروں کے دروازے بند کیے اور اس کے پیچھے چلنے لگے۔ دس منٹ بعد ہمیں سامنے کعبہ کی عمارت نظر آئی۔ بس پھر کیا تھا کی وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب حرم کے احاطے میں پہنچے تو جنون کی سی حالت تھی۔ دعائیں جو میں نے یاد کر رکھی تھیں وہ اس والہانہ کیفیت میں یاد نہ رہیں۔ ہم مبہوت کھڑے کعبہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ تھکن اور رت جگے کا اثر ختم ہو گیا، زبان گنگ ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے، نامعلوم خوشی کے تھے یا گناہوں کے تصور کی وجہ سے یا ندامت کے تھے۔ کچھ دیر کے بعد حالت ذرا سنبھلی تو رانی کہنے لگی مجھے تو وضو کرنا ہے، میں اُسے وضو کی جگہ لے گیا خود بھی دوبارہ وضو کیا، عورتوں اور مردوں کے لیے وضو کی جگہ الگ ہے، جب میں وضو کر کے عورتوں کے وضو کی جگہ پہنچا تو رانی کعبہ کی محبت میں جا چکی تھی۔ تہجد کی اذان ہو چکی تھی، میں نے نمازِ تہجد ادا کی اور صبح کی نماز کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ صبح کی اذان ہوئی اس کے پانچ منٹ بعد جماعت کھڑی ہو گئی، میں نماز سے فارغ ہو کر طواف کرنے چلا گیا۔ خیال تھا کہ وہاں رانی ضرور مل جائے گی مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ رش بہت زیادہ تھا۔ اس کے بعد صفا و مروا کی طرف سعی کے لیے جانا تھا۔

کعبہ کے طواف کی کیفیت

مَیں مَطاف میں داخل ہوا۔ کتابوں میں پڑھا تھا کہ کعبہ کے چار کونے ہیں۔ ایک کو رُکن یمانی کہتے ہیں اس سے اگلے کو رکن ابراہیمی کہتے ہیں۔ جس میں کالا سا پتھر لگا ہوا ہے، یہاں سے طواف شروع کرنا ہوتا ہے اور یہ دعا پڑھنا ہوتی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَاللّٰهُ الْحَمْدُ.

حکومت نے رُکنِ ابراہیمی کے سامنے سبز ٹیوب لگا دی ہے تا کہ حاجیوں کو طواف شروع کرنے میں آسانی رہے۔ اس کے بعد رکنِ شامی اور عراقی آتے ہیں۔ ان کے درمیان ایک جگہ ہے جسے چھوٹی سے دیوار سے چن دیا گیا ہے۔ اسے حطیم کہتے ہیں۔ پہلے کبھی یہ بھی کعبے کا حصہ تھا۔ مگر اب یہ کعبہ کی عمارت سے باہر ہے۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کا ٹکڑا فرمایا ہے۔ اس جگہ نفل پڑھنا گویا جنت میں نفل پڑھنے کے مترادف ہے۔

مَیں شاہ فہد دروازہ سے داخل ہوا، سامنے رکن یمانی تھا۔ اس سے آگے بڑھا تو کالا سا پتھر نظر آیا اس کالے پتھر کا حسن یہ ہے کہ سارے حسن والے بڑھ چڑھ کر اس کو بوسہ دینا چاہتے ہیں۔ ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش میں ہے تا کہ اسے چوم سکے۔ سنا ہے کہ یہ جنت سے آیا ہوا ہے۔ پتھر کسی زمانے میں سفید تھا۔ اسے اس جگہ حضرت ابراہیم کے ہاتھوں نے نصب کیا تھا جسے زمین سے اُٹھا کر حضرت اسمٰعیل نے دیا تھا۔ دونوں پیغمبروں کے ہاتھوں کے لمس کی خوش بو اب بھی اس میں موجود ہے۔ پھر اس پتھر کو اس جگہ تمام نبیوں کے امام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں نے نصب کیا تھا۔ اس پتھر میں ان ہاتھوں کی خوش بو بھی موجود ہے۔ جو بھی حج کرنے آتا ہے اس پتھر کو چومتا ہے یا چومنے کی کوشش کرتا ہے یا دور سے اشارہ کر کے بوسے کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ یہ اس کے گناہوں کی کالک چوس لیتا ہے، یوں اس کالک سے یہ سفید پتھر کالا سیاہ ہو گیا۔ ہاں یہ پتھر قیامت والے دن آنکھوں والا ہو گا چومنے والوں کو اپنی نورانی آنکھوں سے پہچان لے گا۔ مَیں

آگے بڑھا اور سبز پٹی سے طواف شروع کر دیا۔ دیوانگی اور وارفتگی کی سی کیفیت میں بھاگنے لگا، چکر ہی لگانے لگا، بہت سارے لوگ کعبہ کے ساتھ لپٹ کر اُونچی آواز سے رو رو کر دُعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ شرمندہ شرمندہ نم دیدہ تھے، انھیں کسی کی پروا نہ تھی کہ کوئی سن بھی رہا ہے کہ نہیں ایسی ہی وارفتگی میں، مَیں بھی کعبہ کے ساتھ لپٹ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر لپٹا رہا روتا رہا، گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔ میں چکر لگاتا رہا جب سات چکر پورے ہو گئے تو سامنے گولڈن شیٹ میں حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نشان دیکھنے لگا۔ پھر دو رکعت نفل کعبہ کے دروازے کے ساتھ پڑھے۔ اگرچہ رش زیادہ تھا مگر جذبۂ شوق غالب آ گیا۔ نفلوں سے فارغ ہو کر حطیم میں داخل ہو گیا۔ وہاں بھی دو رکعت نفل پڑھے۔ دل کو قرار نہیں آ رہا تھا۔ عورتوں اور مردوں کی بھیڑ میں یہ کام انتہائی مشکل تھا۔ بہر حال نفل پڑھ لیے تو دل کو قرار آ گیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ مَیں نے کہا۔ اللہ! تیرا شکر ہے، یا اللہ تیرا شکر ہے۔ میں گزشتہ ساری عمر نماز پڑھتے وقت کہتا تھا: ''منہ میرا کعبہ کی طرف'' اب یہ کعبہ میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ اللہ تیرا شکر ہے، اللہ تیرا شکر ہے۔ سنا ہے کعبہ پر ہر وقت اللہ کی ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ساٹھ طواف کرنے والوں کو گھیر لیتی ہیں، چالیس نماز پڑھنے اور ذکر و اذکار کرنے والوں کے لیے ہیں اور بیس ان لوگوں کے لیے ہیں جو اپنی پُر شوق نگاہوں سے کعبہ کو دیکھتے ہیں۔ مَیں طواف کرتے کرتے تھک گیا تو پیٹ بھر کر آبِ زم زم پیا۔ جس سے پیاس، بھوک اور تھکن ختم ہو گئی۔ میں تازہ دم ہو گیا۔ اس پانی میں حضرت اسمٰعیلؑ کے قدموں کی بھینی بھینی خوش بو بھی محسوس ہوئی جس سے دل مہک گیا۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ سرور و مستی کا عالم طاری ہو گیا ہے۔ عمرہ مکمل ہونے کے لیے ابھی سعی باقی تھی۔ جہاں سے طواف شروع کیا جاتا ہے، وہاں سے بالکل قریب صفا پہاڑی ہے۔ وہاں چلا گیا، صفا پہاڑی کا نظارہ بھی عجیب ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے اس پتھر پر پانی بکھیر دیا ہے، اسی طرح مروہ پہاڑی پر بھی دور سے پانی کا گمان ہوتا ہے، ان پہاڑیوں کو شعائر اللہ (اللہ کی نشانیاں) کہا گیا ہے۔ ان پہاڑیوں میں کمال یہ ہے کہ انھوں نے سیّدہ ہاجرہ کے قدموں کو بوسہ لیا تھا۔ سیّدہ ہاجرہ وہاں خود تو نہیں آئی تھیں، ہاں

وہ تو بھیجی گئی تھیں۔

مَیں صفا پہاڑی پر آیا وہاں سے پہلا چکر شروع کیا پہلے آہستہ چلا پھر تیز پھر سبز بتی پر دوڑنا شروع کر دیا۔ یہاں بتایا گیا تھا کہ سیّدہ ہاجرہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ درمیان والی نشیبی جگہ پر دوڑتی تھیں اور اونچی جگہ پر چلتی تھیں۔ مَیں نے اتباع کرنے کی کوشش کی اور یوں سات چکر مکمل کیے۔

کعبہ میں نماز کی کیفیت

مَیں کعبہ کی طرف منہ کر کے امام کعبہ کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ قرآن کی قرأت کا کیا کہنا! قاری خالص عربی لہجے میں جب الحمدللہ کہتا تو یوں محسوس ہوتا کہ قرآن تو آج مجھ پر ہی نازل ہو رہا ہے۔ ایک ایک لفظ بنا سنوار کر پڑھنا۔ عجیب مزہ تھا نہ بھولنے والا، جی چاہتا تھا کہ امام صاحب بس قرآن ہی پڑھتے رہیں اور رکوع و سجود نہ کریں۔ بس میں حالت استغراق میں کھڑا رہوں، دنیا اور مافیہا سے بے خبر، نماز کے لیے خلوص اور صدق اہم اجزا ہیں، ہم یہاں اپنی مسجد یا گھر میں نماز پڑھتے ہیں تو خیالات کا دھارا نہ جانے کہاں بہ جاتا ہے مگر کعبہ میں نماز بالکل استغراق سے پڑھی جاتی ہے، شاید یہ اس کالے کوٹھے کا کمال ہے یا اللہ کی رحمتِ خاص...... اسی وجہ سے اللہ نے ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھا دیا ہے۔ آپ کا جی نہ بھی چاہے تو بھی آپ خلوص سے نماز پڑھیں گے، بے فکر ہو کر، کہتے ہیں کہ نماز ایسے پڑھنی چاہیے کہ تُو اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر ایسی کیفیت پیدا نہ ہو سکے تو یوں پڑھ کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے، میرا گمان ہے کہ یہاں دونوں کیفیتیں نماز میں پیدا ہو جاتی ہیں، یعنی میں نماز میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرا اللہ سے مکالمہ جاری ہے۔ میں اللہ سے محوِ گفتگو ہوں، میں اللہ کے سامنے اپنی عرض داشت پیش کر رہا ہوں، اللہ اس کا جواب دے رہا ہے، یوں اس مکالماتی انداز میں نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ میں جب سلام پھیرتا ہوں تو پھر اس مادی دنیا میں آ جاتا ہوں، میرا جی چاہتا ہے کہ اسی کیفیت میں تحلیل ہو جاؤں۔

مکمل عمرہ

اب عمرہ مکمل کرنے کے لیے سر منڈانا باقی تھا۔ احرام کی دو چادریں زیب تن تھیں، پیسے کہاں؟ ارے وہ تو رہائش کے کمرے ہی میں رہ گئے تھے۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کروں کہ مجھے اپنے گروپ کا ایک فرد نظر آیا اس سے چند ریال لیے اور باتھ کی طرف چل پڑا، حاجی سر منڈائے گا، (مجھے ایک آدمی پیچھے سے کہہ رہا تھا)۔

''جی! کتنے پیسے لے گا۔''

''پانچ ریال''اس نے کہا۔

مَیں لیٹرینوں کی سیڑھیاں اُترنے لگا تو دوسری طرف سے آواز آئی:

''حاجی! سر منڈائے گا؟''

''جی ضرور! کتنے پیسے لے گا۔''

''تین ریال''اس نے کہا۔

بس مَیں ذرا باتھ ہولوں تو آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ بس جلد ہی باتھ سے فارغ ہو کر آیا تو حجام میرا انتظار کر رہا تھا۔ مجھے ساتھ لے کر بابِ فتح کے سامنے گلی میں چلا گیا۔ وہاں حجاموں کی بہت سی دُکانیں تھیں اس نے مجھے ایک دکان میں مخصوص کرسی پر بٹھایا اور حجامت کرنے والے کو عربی میں کچھ کہہ کر چلا گیا۔ شاید وہ کسی دوسرے گاہک کی تلاش میں نکلا تھا۔ مَیں نے بال منڈوائے اور پانچ ریال کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا، دُکان دار نے دو ریال مجھے واپس کر دیے، وہاں ایک اور حاجی صاحب بال منڈوانے اور خط کروانے کے بعد پاکستانی سو کا نوٹ دکان دار کو دے کر بقایا مانگ رہا تھا۔ ادھر دکان دار مزید رقم طلب کر رہا تھا، گاہک اردو بولتا تھا اور دکان دار عربی، دونوں میں کچھ کھینچا تانی ہوئی۔ آخر گاہک سو کا نوٹ دے کر چلا گیا، دکان دار نے نوٹ دُہرا کر کے جیب میں رکھ لیا، اس کے چہرے پر غصے کے آثار پڑھے جا سکتے تھے۔

لطیفہ

دُوسرے دن مَیں پاکستانی کرنسی تبدیل کروانے ''صراف'' کی دُکان پر گیا وہاں بھی دیکھا کہ حاجی سو کا نوٹ صراف کو دیتا ہے اور ریال طلب کرتا ہے۔ صراف اسے پانچ ریال کا ایک نوٹ اور ایک نوٹ ایک ریال کا دیتا ہے، حاجی پوچھتا ہے: بس یہی؟

صراف: جی۔ بس یہی تو۔

حاجی: میں ان کا کیا کروں گا؟

صراف: تُو اس سے ایک وقت کا کھانا کھائے گا۔

حاجی: بس ایک وقت کا۔

صراف: جی۔ بمشکل۔ ہاں پانی کے پیسے الگ دینا پڑیں گے۔ (صراف اُردو سپیکنگ تھا)

حاجی: پاکستان کے پیارے شہر لاہور کے خوب صورت بازار انارکلی میں تو پانچ ٹائم کھانا کھا سکتا ہوں، اور یہاں صرف ایک وقت۔

صراف: جی! وہ بھی پانی کے بغیر پانی کے لیے ایک ریال اور۔

مجھے عجیب محسوس ہو رہا تھا کہ ہم سو روپے میں مکہ میں صرف ایک وقت روٹی کھا سکتے ہیں، میرے دادا حضور بتایا کرتے تھے (جب وہ حج پر گئے) کہ جب ہم ہندوستانی روپے کا چینج لیتے تو ہمیں بیس آنے ملتے، یعنی سوا روپیہ، جب کہ عربی روپے کے سولہ آنے۔ آج ہم سولہ آنے دے کر ایک آنہ لیتے ہیں، کاش ہم بھی اپنی کرنسی کو بہتر بنا سکتے۔

بھول

مَیں عمرہ مکمل کر کے اور سر منڈانے سے کوئی آٹھ بجے فارغ ہوا، مَیں اندازے سے جس گلی سے آیا تھا اُس کی تلاش میں نکلا، جو نشانیاں میں نے ذہن میں پختہ کر رکھی تھیں، وہ تو مل گئیں مگر غلطی

سے دوسری گلی میں چلا گیا اور چلتا رہا اپنی منزل سے دو تین کلو میٹر دور جا کر نکلا۔ دُکان داروں کی بے مروتی دیکھیے مَیں جب انھیں گلے کا ہار دکھاتا تو وہ ایک ہی لفظ دہراتے۔ خلاص! خلاص!

مَیں نے ایک آدمی کو پاکستانی لباس میں دیکھا جو کسی عربی سے عربی زبان میں بات کر رہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور اپنا گجرا دکھایا، اس نے پہلے تو کوئی نوٹس نہ لیا، جب میں نے اس سے پوچھا کہ تو پاکستانی ہے یا ہندوستانی۔

پھر اُس نے کہا: میں پاکستانی ہوں۔

جناب میں راستہ بھول چکا ہوں تو اپنے ایک ہم وطن کے لیے ایک منٹ بھی نہیں رکھتا تاکہ مجھے راستہ بتا سکے۔ پھر اس نے ایک کاغذ کا ٹکڑا پکڑا اور مجھے نقشہ بنا کر سمجھایا۔ جس کی مدد سے میں گیارہ بجے گھر پہنچا میرے گروپ کے باقی ساتھی تو پہنچ چکے تھے، مگر رانی غائب تھی۔ اب اس کی تلاش میں سوئے حرم پھر چل پڑا، رات نو بجے تلاش بسیار کے بعد تھکا ہارا گھر پہنچا تو رانی اپنے بستر پر آرام فرما رہی تھی، مجھے غصے سے دیکھنے لگی مگر منہ سے کچھ نہ بولی۔

ہم صبح چار بجے تک سوئے، چار بجے اُٹھے وضو بنایا، سبھی گروپ کے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور سوئے حرم چل پڑے، سوئے حرم لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، اپنی اپنی عمارتوں سے لوگ نکل کر جا رہے تھے۔ مرد بھی عورتیں بھی، بوڑھے بھی، جوان بھی، بچے بھی، پاکستانی بھی، ایرانی بھی، بنگلا دیشی بھی، ہندوستانی بھی لمبے لمبے چوغے پہنے ہوئے عربی بھی۔ غرض ہر ملک وملت کے شیدائی کاندھے پر جانماز ہاتھ میں تسبیح لیے شوق اور عزم سے سوئے حرم جا رہے تھے۔ ہم بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے، کعبہ پہنچے، پہلے تہجد کے نفل پڑھے پھر ذکر میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد اذانِ فجر ہوئی اور صبح کی نماز پڑھی، نماز کے بعد طواف کیا اتنی دیر میں سورج نکل آیا، اشراق پڑھ کر واپس اپنی عمارت میں آیا، باقی لوگ تو آ گئے مگر رانی پھر بھول گئی۔ دیر سے گھر پہنچی تو غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی، حرم میں جمِ غفیر تو تھا ہی ہر آدمی عبادت میں کوشاں ہاتھ چھوٹ جائے تو دوبارہ ملنا محال تھا۔ دوسرے دن ایک جگہ مقرر کر لی جہاں واپس آ کر اکٹھا ہونا تھا اس طرح ہمارا سمجھوتا ہو گیا۔

مدینہ شریف روانگی

ہم صرف دو دن مکہ ٹھہرے۔ ۱۹۔ دسمبر کا دن بخیریت گزر گیا، ۲۰ دسمبر کو مسجد نبویؐ کے لیے کوچ کا حکم ملا۔ میں دھیرے دھیرے الاپ رہا تھا۔

چلو دوستو! ہم مدینے چلیں
رحمت کے لٹنے خزینے چلیں
زمین کا وہ خطہ ہے عرشِ معلّٰی
جھکائے ہوئے ہم، جبینیں چلیں
چلو دوستو! ہم مدینے چلیں

ظہر کی نماز حرم میں پڑھی، دو بجے بعد دوپہر چلنا تھا، دو بجے عمارت کے باہر مکتب کی بسیں کھڑی تھیں، مگر سوار ہوتے ہوتے تین بج گئے۔ بس کے تمام سوار آ گئے تو ہمیں بس کارڈ دے دیا گیا۔ تا کہ اگر ہم بس بھول جائیں تو بس کارڈ دکھا کر بس پکڑ سکیں۔

معلم کے آفس کے سامنے ایک گھنٹا لگ گیا، پاسپورٹ اور کاغذات ایک دفعہ ہمیں تقسیم کر دیے گئے، پھر واپس لے لیے گئے۔ بس چل پڑی، مکہ ایک بڑا شہر ہے اس سے نکلتے نکلتے مزید ایک گھنٹا لگ گیا۔ کبھی اشارے پر رکنا ہوتا اور کہیں چیکنگ کروانا ہوتی تھی، مکہ سے باہر نکلے تو خشک پہاڑیاں نظر آنے لگیں۔ جو بے آب و گیاہ تھیں۔ اب مکہ شہر ہمارے پیچھے تھا۔ سورج بائیں ہاتھ گویا ہم شمال کی طرف سفر کر رہے تھے، ایک جگہ سبزہ دیکھا جو کہ مصنوعی یعنی انسانی کاوش سے اگایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

ہماری بس سبک رفتاری سے شارع مدینہ پر چل رہی تھی کہیں کہیں عالی شان نئی عمارتیں کھڑی تھیں۔ ہم نے کوئی پرانی عمارت نہیں دیکھی سڑک کے دونوں طرف سطح مرتفع دکھائی دیتی تھی۔ کہیں کہیں اونچی پہاڑیاں بھی تھیں۔ کئی جگہ بڑے بڑے موٹے پتھر بھی دیکھے اور ایک دو خیمے

بھی جو پرانے وقتوں کی یادگار تھے۔

ہم سڑک پر رنگارنگ مناظر دیکھتے جا رہے تھے یہ ایک ذیلی سڑک تھی جو طائف کی طرف مڑ گئی، دور دور تک جھاڑیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔ سامنے ایک پہاڑ تھا جو کمان کی شکل میں تھا اور خاصا لمبا تھا۔ ان جھاڑیوں میں بکریوں کا ایک گلہ بھی دیکھا۔ بس کی سبک رفتاری شاید حاجیوں کا احترام تھا، راستے میں تیل کے کنویں بھی دیکھے۔ ایک جگہ سڑک پر سرخ سرخ ڈبے دیکھے تو محسوس ہوا کہ شاید سڑک مرمت کی جا رہی ہے۔ سڑکیں پختہ کھلی اور چوڑی تھیں۔

عجیب بات یہ دیکھی کہ اس ویرانے میں بھوسے کے چھوٹے چھوٹے بنڈل ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ یہ کس لیے ہیں۔ ظاہر ہے اس علاقے میں گندم ہوتی ہوگی اور یہاں کے کاشت کاروں نے انھیں اپنے جانوروں کے لیے رکھا ہوگا، مگر ابھی تک ہم نے وہاں کوئی جانور نہیں دیکھا۔ دورانِ سفر میں جب نمازِ عصر کا وقت ہو گیا، لوگ چاہتے تھے کہ نماز ادا کی جائے مگر ڈرائیور چلا جا رہا تھا، لوگ ''صلوٰۃ العصر'' کا شور مچا رہے تھے۔ ڈرائیور سنی ان سنی کر رہا تھا۔ بس روکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، حاجی ڈرائیور سے جھگڑنے لگے۔ بڑی مشکل ایک جگہ بس رکوائی وہاں مسجد تو تھی مگر پانی بہت کم۔ بڑی مشکل سے وضو کیا اور نماز باجماعت ادا کی اور پھر چل پڑے، سڑک لمبی چوڑی اور ویران سی تھی۔ سڑک سے دور کہیں کہیں آبادی نظر آتی تھی۔

قدیم سفر

جب ہم مکہ سے مدینہ سفر کر رہے تھے تو میرا دھیان قدیم حاجیوں کی طرف چلا گیا۔ میں سوچنے لگا کہ وہ کتنے عظیم حاجی تھے جو پیدل سفر کرتے تھے، اس وقت تو ذرائع آمد و رفت ایسے نہ تھے بس تھی نہ کار۔ لوگ کتنے مستقل مزاج ہوں گے اور کتنے دنوں میں یہ سفر طے کرتے ہوں گے۔ میرے دادا حضور بتایا کرتے تھے کہ یہ سفر پیدل ہوتا تھا، لوگ قافلے کی شکل میں چلتے تھے۔ ان کے سروں پر کندھوں پر ان کا سامان ہوتا تھا۔ کھانے کا سامان پانی کا برتن کھانا پکانے کا سامان،

کھجوریں، ستو، آٹا، نمک، مرچ وغیرہ۔ وہ کتنی مشقت سے چلتے ہوں گے رات کسی گھاٹی میں ٹھہرتے ہوں گے مرد لکڑیاں اکٹھی کرتے ہوں گے، عورتیں کھانا پکایا کرتی ہوں گی۔ پھر میرا خیال ان دو مسافروں کی طرف چلا گیا، جو مکہ سے مٹھی بھر خاک دشمنوں کی طرف پھینک کر نکلے تھے۔ دشمن آنکھیں ملتے رہ گئے، ہاں وہ دشمنوں کو دھوکا دینے کے لیے راستے کے دوسری طرف غارِ ثور میں جا چھپے تھے۔ وہاں انھیں چھپانے کا کام درخت مکڑی اور فاختہ نے انڈا دے کر کیا تھا۔ انھوں نے کیسے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ سو اونٹ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا اور سو اونٹ حضرت ابوبکر کے سر کا معاوضہ مقرر تھا، دھوپ پیاس برداشت کرتے کیے جا رہے تھے۔ سراقہ نے انھیں کیسے دیکھا تھا۔ دل میں کیسے کیسے گمان لایا تھا، راستے میں بوڑھی عورت کی لنگڑی بکری جو دودھ سے بھی سوکھ چکی تھی اجازت لے کر کیسے دودھ نکالا تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ لوگ اونٹوں کی بجائے گھوڑوں پر سفر کرنے لگے، پھر زمانہ ترقی کرتا گیا اور اب یہ سفر جدید اور آرام دہ بسوں اور کوسٹروں میں ہوتا ہے، جذبہ صادق ہو تو راستے کی کوئی مشکل یا رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ آدمی دوڑتا چلا جاتا ہے۔ مسجد نبوی میں جب ورود ہوتا ہے تو ساری کلفتیں دور ہو جایا کرتی ہیں، تازگی آجاتی ہے، غم دور ہو جاتے ہیں، دل میں طمانیت اور سکون کی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔

اُونٹ

مَیں نے دُور بہت دُور کچھ جانور چرتے دیکھے۔ میں پہلی نظر میں انھیں بکریاں سمجھا، مگر غور سے دیکھا تو وہ بہت دور بہت سارے اونٹ چر رہے تھے۔ دورانِ سفر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ میری آنکھوں کے سامنے تھا، اونٹ مجھے بھلے معلوم ہونے لگے۔ اونٹ عجیب و غریب جانور ہے جسے لوگ کہتے ہیں ''ارے اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی'' یہ سچ ہے مگر اونٹ ایک ایسا جانور ہے جس کی ہر چیز اور حرکت کارآمد ہے اور مفید ہے۔ اونٹنی دودھ بھی دیتی ہے اور سواری کے کام بھی آتی ہے۔ کوئی دوسرا جانور ان دونوں کاموں کے لیے استعمال نہیں ہوتا،

اونٹ اپنے معدے میں پانی ذخیرہ کر لیتا ہے، بھوک برداشت کر سکتا ہے۔ اس کا دودھ صحت کے لیے مفید ہے، غذا کا کام بھی دیتا ہے۔ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے، عرب شوق سے کھاتے ہیں، اس کے بال بھی موٹے کمبل اور رسیاں بنانے کے کام آتے ہیں۔ اسے صحرائی جہاز بھی کہتے ہیں۔ اس کی ہڈیاں بھی کارآمد ہیں، جس سے تلوار، چھری اور چاقو وغیرہ کے دستے بنائے جاتے ہیں۔ غرض اس کی ایک ایک چیز کارآمد ہے۔

بس ایک نشیبی جگہ سے گزر رہی تھی جہاں بہت زیادہ ہریالی تھی۔ جو خشک پہاڑ دیکھنے کے بعد بھلی معلوم ہو رہی تھی، پانچ بجے کے قریب بس ایک پٹرول پمپ پر رکی جہاں سے بس میں تیل ڈلوایا گیا۔ یہاں بھی پٹرول پمپ میں تیل تو تھا مگر پانی ندارد اور نہ وہاں کوئی قہوہ خانہ تھا اور نہ ہی ٹافیاں بیچنے والا، نہ خورونوش کا کوئی سامان۔ مَیں سوچنے لگا کہ پاکستانی پمپ ہوتا تو لوگ چائے نوش کرتے، ٹافیاں اور پاپڑ کھاتے، بس میں سوار بعض پاکستانیوں کی طبیعت خراب ہو گئی مگر بغیر صبر چارہ نہ تھا۔

بس پھر چل پڑی پہاڑی گھاٹیوں میں ایک بستی بھلی معلوم ہوئی نیز یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ یہ پرانی بستی جدید طرز میں ڈھلی ہوئی ہے۔ اب سورج غروب ہو رہا تھا۔ ان پہاڑی سلسلوں میں غروبِ آفتاب کا منظر عجیب وغریب تھا۔ کاش میرے پاس کیمرہ ہوتا تو میں اس منظر کو محفوظ کر لیتا۔ آدھا سورج کالے پہاڑ کے پیچھے اور آدھا اُوپر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی نے سورج کا گلا کاٹ دیا ہے۔ جیسے جیسے سورج نیچے جا رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا اس کا خون کیا جا رہا ہے اور اس کے گلے سے سرخ سرخ خون بہ رہا ہے۔ اس منظر کو الفاظ میں لانا مشکل ہے۔ بس چلتی رہی سڑک وَن وے تھی سڑک کے درمیان درختوں کا سلسلہ حسین نظارہ پیش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اندھیرا چھانے لگا۔ مغرب کی نماز کے لیے ایک پٹرول پمپ پر جس پر ہوٹل بھی تھا بس روکی گئی۔

عرب ہو یا پاکستان مگر ڈرائیوروں کی نفسیات ایک جیسی ہے۔ ضد تو ان کی گھٹی میں پڑی ہے سواروں سے لڑنا جھگڑنا پاکستان میں اکثر دیکھتے تھے جب یہاں بھی ڈرائیور سواروں سے جھگڑنے

لگا تو مَیں ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے کہا واہ رے ڈرائیور پیشہ۔ میں نے دیکھا تو ڈرائیور صاحب ایک علیحدہ جگہ بیٹھ کر بڑے انہماک سے کھانا کھا رہا ہے، شاید انھیں بھی وہاں مفت کھانا ملتا ہو۔

سفری نماز

ڈرائیور کھانا کھانے لگا اور ہم مسجد چلے گئے۔ وہاں ایک عربی نماز پڑھا رہا تھا، ہم نے بھی اس کے پیچھے نماز کی نیت باندھ لی اس نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ ہم نے پوچھا کہ کیا یہاں مغرب کی نماز میں بھی قصر ہوتی ہے۔ تو اس نے بتایا کہ نہیں ہم نے تو عشا کی نماز ادا کی ہے۔

ہم نے دوبارہ مغرب کی جماعت کروائی اور نماز سے فارغ ہوکر چل پڑے۔ سات بجے کے قریب ڈرائیور ایک ہوٹل کے سامنے رکا جو بڑا سا ہوٹل تھا اور ارد گرد کچھ آبادی بھی تھی۔ ڈرائیور نے کہا، یہاں نماز بھی پڑھ لیں اور طعام بھی کرلیں۔ بھوک تو ہمیں ستا رہی تھی، ہم ہوٹل چلے گئے میں اور رانی ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔ ہم نے کھانا منگوایا، ہمارے ساتھ بابا سردار بھی شریک ہو گیا۔ ادھر عشا کی اذان بھی شروع ہو گئی، دو روٹیاں ہم کھا چکے تھے، تیسری روٹی ہم نے منگوانی تھی کہ ہوٹل کا عملہ غائب۔ صرف روٹیاں لگانے والا موجود تھا جسے پولیس پکڑ کر لے گئی۔ اس کا جرم یہ تھا کہ وہ نماز کے لیے نہیں گیا، مَیں سوچنے لگا سب سے بڑا اسلامی ملک پاکستان ہے، کاش اس میں بھی ایسی ہی نماز کی پابندی ہو۔ میں نے تنور سے ایک روٹی جا کر خود نکالی، دوسرے لوگ جو کھانا کھا رہے تھے، انھوں نے بھی تنور سے روٹیاں نکالیں اور کھانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد عملہ دوبارہ آ گیا، ہم نے بل ادا کیا، چھے ریال کھانے کا اور تین ریال پانی کا، گویا کھانا سستا اور پانی مہنگا۔ ابھی مجھے ایک اور گلاس کی طلب تھی مگر .... نہ پی سکا۔

چیک پوسٹ

بس چلتی رہی، سامنے روشنیاں نظر آنے لگیں۔ جب وہاں پہنچے تو یہ ایک بہت بڑی عالی شان عمارت تھی، جہاں ہوٹل بھی تھا، پٹرول پمپ بھی نیز ایک بہت بڑا ہال کمرا بھی جس میں آرام دہ کرسیاں اور میزیں رکھی ہوئی تھیں۔ اگر حاجی چاہیں تو بیٹھ سکیں، معلوم ہوا کہ یہ چیک پوسٹ ہے۔ وہاں ہمیں ایک ایک شاپر دیا گیا جس میں ایک بسکٹ کا پیکٹ اور آبِ زم زم کی ایک بوتل تھی میں بس سے اتر کر ہال کمرے میں گیا تو سامنے ایک صاحب بیٹھے تھے جو کھانا نوش فرما رہے تھے، پینٹ اور شرٹ زیب تن کی تھی، اس نے مجھے اپنے قریب آنے کو کہا اور کھانا کھانے کی دعوت بھی دی، تعارف ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ ہمارے علاقے کا باسی ہے۔ میرے دوستوں میں کافی کو وہ جانتا تھا۔ اس سے خوب گپ شپ ہوئی، وہ پاکستان میں پولیس انسپکٹر کے عہدے پر ملازم تھا۔ اور خدام حجاج کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔ اس کا کام حاجیوں کی راہ بری کرنا تھا۔ ایک بجے کے قریب بس چیک پوسٹ سے فارغ ہوئی، یہاں تقریباً ہمیں دو گھنٹے ٹھہرنا پڑا۔ بس چل پڑی، ایک گھنٹا بعد مدینہ شہر سامنے نظر آنے لگا ہر طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔ کھلی ون وے سڑکیں، کھجوروں کے جگہ جگہ باغ، شہر کے باہر بھی اندر بھی، سڑک کے درمیان بھی سلیقے سے کھجوروں کے درخت لگائے گئے تھے، پھر دور سے مسجد نبوی کے مینار نظر آنے لگے۔

ورودِ مدینہ

دو بجے ہماری بس ایک عمارت کے سامنے رکی، جس پر لکھا ہوا تھا: ''دارالشوی'' ہمیں اس میں ٹھہرنا تھا، ہمارے لیے چوتھی منزل میں کمرا نمبر ۴۰۴ مختص تھا۔ جس میں آٹھ لوگ رہ سکتے تھے، مجھے کمرا نمبر ۴۰۶ الاٹ کیا گیا، جو ساتھ ہی تھا۔ اس عمارت کی دو تین منزلیں اوپر بھی تھیں مگر میں انھیں نہ دیکھ سکا۔ لفٹ کے ذریعے اوپر جانا ہوتا تھا، لفٹ خود ہی چلانا ہوتی تھی۔ ہم نے خواتین کو

سمجھا دیا تو وہ خود لفٹ استعمال کر لیتی تھیں۔ ہم نے کمروں میں سامان رکھا، دو گھنٹے آرام کیا، چار بجے ہم وضو بنا کر مسجدِ نبوی کی طرف چل پڑے۔ مسجد نبوی ہماری رہائش سے پانچ منٹ کے فاصلے پر تھی۔ دل کی عجیب کیفیت تھی۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے، ذرا اپنے دامن میں جھانک کر دیکھا تو سوچنے لگا میں کہاں، کہاں کعبۃ اللہ اور کہاں مسجد نبوی، پھر کہنے لگا: اے اللہ! تیرا کتنا بڑا شکر ہے، تو نے مجھ جیسے گناہ گار کو اپنا گھر دکھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ دکھایا، مَیں دھیرے دھیرے الاپ رہا تھا:

کہا مَیں نے دل سے کہ جانا کہاں ہے
مچل کر وہ بولا مدینہ مدینہ
پوچھا یہ جاں سے کہ رکنا کہاں ہے؟
تڑپ کر وہ بولی مدینہ مدینہ
زمین سے یہ پوچھا کہ جنت کدھر ہے
سمٹ کر وہ بولی مدینہ مدینہ
بہاروں سے پوچھا خوش بو کا ماخذ
بکھر کر وہ بولیں مدینہ مدینہ
محبت سے پوچھا تری انتہا کیا ہے
مہک کر وہ بولی مدینہ مدینہ

مسجدِ نبوی میں داخلہ

مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو ساڑھے چار کا وقت ہوگا، عورتوں کو ایک جگہ بتا دی کہ وہ واپسی پر وہاں انتظار کریں۔ مسجد میں دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ پھر تہجد پڑھی، صبح کی اذان ہوئی تو صبح کی نماز پڑھی پھر کچھ ذکر اذکار میں مصروف ہو گیا، اشراق کے نوافل پڑھ کر واپسی ہوئی۔ ہماری

خواتین بھی ہمارے ساتھ مل گئیں، ہم نے گھر کا راستہ تلاش کیا اور گھر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر میں ناشتا لینے چلا گیا، پھر ہم نے ناشتہ کیا اور سو گئے۔ تھکاوٹ خوب تھی، بارہ بجے تک سوئے پھر اٹھ کر وضو کیا اور مسجد کی طرف چل پڑے۔ وہاں ظہر کی نماز ۱۲:۴۵ پر ہو جاتی ہے۔ پھر عصر تک تلاوت اور ذکر میں مصروف رہا، روضہ مبارک پر حاضری دی۔ درود و سلام پڑھا، عصر تک وہیں رہا۔ نمازِ عصر کے بعد جنت البقیع کی طرف نکل گیا۔ زیارات کی وجہ سے کافی تھکاوٹ ہوگئی تھی۔ جنت البقیع کے دوسرے دروازے سے نکلا، وہاں کبوتروں کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی جو دانہ دنکا کھا رہے تھے، لوگ ان کے سامنے دانہ ڈال رہے تھے۔ پھر میں سامنے والی مارکیٹ میں آگیا، چائے کا کپ پیا اور سبز گنبد کو دیکھ دیکھ کر آنکھوں اور دل کی پیاس بجھانے لگا۔ مغرب کی نماز کے بعد آوابین پڑھے۔ اور ذکر میں مصروف ہو گیا۔ عشا کی نماز پڑھ کر مقررہ جگہ پر تھوڑی دیر بعد گروپ کے باقی ساتھی بھی آ گئے، ہم واپس اپنی جائے رہائش پر آ گئے، پھر ہم نے کھانا کھایا اور تھوڑی دیر دن کے معمولات پر تبصرہ کیا اور سو گئے۔ دورانِ قیامِ مدینہ شریف میں ہمارا یہی معمول رہا۔ چار بجے صبح مسجدِ نبوی جانا اشراق پڑھ کر آنا، بارہ بجے دوبارہ جانا اور عشا پڑھ کر آنا۔

مدینہ وہ مقام ہے جو پہلی اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔ جہاں سے اسلام کے پودے نے جڑ پکڑی اور تناور درخت بن گیا جس کی روشن کرنیں ساری دنیا میں پھیل گئیں۔ مکہ والوں نے ہجرت کی اور مدینے والوں نے ان کا احترام اور نصرت کی۔ اپنی املاک ان کے حوالے کیں۔ جس سے مسلمانوں نے سکھ کا سانس لیا۔ مدینہ کی یہ اسلامی ریاست تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتی ہے، تمام اسلامی ریاستیں اس کی ذیلی شاخیں ہیں۔ مدینہ ایسی جگہ ہے جہاں بہت سے مقامات قابل زیارت ہیں۔ مدینہ وہ جگہ ہے جہاں کی مٹی مقدس ہے، جہاں کا ایک ایک ذرہ مقدس ہے، اور قابلِ زیارت ہے۔ یہاں مدنی سرکار کے قدم مبارک لگے ہیں۔ یہاں کی مٹی آنکھوں کا سرمہ بنانے کے قابل ہے۔ مدینہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی حکومت قائم کی۔ اس میں مسجدِ نبوی ایسا مقام ہے جو پہلی اسلامی حکومت کا دار الخلافہ تھا۔ یہیں سے فوجیں تیار ہو کر

جاتی تھیں، مالِ غنیمت کا ڈھیر بھی اسی مسجد کے کونے میں لگایا جاتا تھا۔ اسی مسجد میں آنے والے وفود کو تعلیم دی جاتی تھی۔ اسی جگہ مقدمات سنے جاتے تھے اور فیصلہ کیا جاتا تھا۔ اسی جگہ بدکاروں کو سزا دی جاتی تھی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ ہے۔ مسجد نبوی وہ جگہ ہے جہاں نماز کا ثواب پچاس ہزار گنا بڑھ جاتا ہے۔ جو بھی حج کرنے جائے اور حج سے پہلے یا بعد مسجد نبوی کی زیارت کرنے آئے اور چالیس نمازیں پڑھے تو اسے مقبول حجوں کا ثواب ملتا ہے۔ دوزخ سے نجات اور ہر قسم کے عذاب سے نجات کا اللہ کی طرف سے وعدہ ہے۔ نیز اسے نفاق سے بھی برأت مل جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ کو جنت کا باغ قرار دیا ہے۔ حج کے بعد سب سے افضل سب سے بہتر اور سب سے بڑی سعادت روضۂ اقدس کی زیارت ہے۔ رسول ﷺ کی محبت وہ چیز ہے جس کے بغیر ایمان درست نہیں رہ سکتا۔ روضۂ اقدس کے سامنے درود وسلام پیش کرنے کی سعادت پر بے شمار فضائل و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

ریاض الجنۃ

مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے ساتھ ایک جگہ ''ریاض الجنۃ'' ہے جو قبر اطہر اور منبرِ رسول کے درمیان واقع ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ٹکڑا فرمایا ہے جو کہ اس جگہ دنیا میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس میں نفل پڑھنا گویا جنت میں نفل پڑھنے کے مترادف ہے۔ لوگوں کا مجمع بہت زیادہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضری کے لیے ایک لمبی راہ داری سے گزرنا پڑتا تھا۔ پیچھے سے لوگ دھکیل رہے ہوتے تھے، لہٰذا حج کے دنوں میں چلتے چلتے ہی درود وسلام پڑھنا ہوتا ہے۔ عرب حکومت کی سیکورٹی وہاں موجود ہے جو روضہ کی جالی یا دیوار کو ہاتھ لگانے سے روکتی ہے۔ اس راہ داری میں دیوار کے ساتھ کھڑا ہو کر کچھ لوگ دعا وسلام کرتے ہیں مگر تھوڑے سے وقت کے لیے۔ میں اس راہ داری میں لگ جاتا اور سبز سبز

جالی کو دیکھتا پھر غور سے دیکھتا مگر اندر کا منظر نہ دیکھ سکتا۔ حضور ﷺ کے بعد ابو بکر صدیقؓ کی قبر ہے اور اس کے بعد حضرت عمرِ فاروقؓ محو استراحت ہیں۔ میں جب ایک دفعہ روضۂ اقدس دیکھ لیتا اور سیری نہ ہوتی تو دوسری مرتبہ راہ داری میں لگ جاتا۔ پھر گزرتا، تھک جاتا تو روضۂ اطہر کے سامنے بیٹھ کر دیکھتا رہتا۔ مجھے ''ریاض الجنۃ'' میں نفل پڑھنے کا شوق تو تھا ہی، لیکن جب بھی وہاں جانے کی کوشش کرتا تو پیچھے دھکیل دیا جاتا۔ ایک دروازہ سے اندر جانے کی اجازت تھی اور دوسرے دروازے سے نکلنا ہوتا تھا، ایک دن بعد از سعی بسیار اس میں داخل ہو ہی گیا۔ یہ مختصر سی جگہ ہے جس میں نیلے رنگ کے قالین بچھے ہوئے ہیں، جب کہ باقی مسجد میں سرخ قالین ہیں، میں لوگوں میں سے ہوتا ہوا آگے چلا گیا، دو رکعت نفل پڑھے پھر پڑھے وہیں بیٹھ گیا، عصر کی اذان ہوئی تو عصر کی نماز وہیں باجماعت پڑھی۔ پھر وہاں سے نکل آیا، دل میں بے حد خوشی تھی میں نے کہا اللہ تیرے ''ریاض الجنۃ'' میں داخل ہونا کتنا مشکل ہے جو کہ ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، تیری وسیع جنت میں جانا کتنا مشکل ہوگا۔

ستونِ حرم نبوی

ریاض الجنۃ کے باہر چند ستون ہیں جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف یادیں وابستہ ہیں، اُن کے ساتھ کھڑے ہو کر دعا مانگی جاتی ہے، یہ ستون دوسرے ستونوں سے ذرا بڑے ہیں ان پر گولڈن پینٹ کیا گیا ہے، ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اُسطوانہ حنانہ (ستون حنانہ)

یہ ستون اُس جگہ بنایا گیا ہے جہاں کھجور کا تنا تھا۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک منبر بنا کر لایا آپ نے اس کو پسند فرمایا، آپ جب اس منبر پر تشریف لے گئے تو اس تنے سے رونے کی آواز آنے لگی، آپ

نے اس پر شفقت سے دستِ مبارک رکھا تو اس نے رونا بند کردیا، آپ اکثر اسی ستون کے قریب نماز نفل پڑھتے تھے، یہ ستون حجرہ کے بالکل ساتھ ہے۔

میں اس کے بعد دوسرے ستون کی طرف گیا زیادہ بھیڑ کی وجہ سے وہاں کھڑا ہونا تو مشکل تھا، میں نے پھر بھی مختصر سی دعا مانگ لی اس ستون کا نام اسطوانہ عائشہؓ ہے۔

اُسطوانہ عائشہ

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے اس ٹکڑے میں ایک ایسی جگہ بھی ہے کہ اگر لوگوں کو پتا چل جائے تو لوگ قرعہ ڈال کر اس جگہ نماز پڑھیں، یہ جگہ ستونِ عائشہ بیان کی جاتی ہے۔ اس کے قریب دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی ہے۔

ستون ابی لبابہ

یہ ستون ستونِ عائشہ سے اگلا ستون ہے۔ یہ ممبر سے چوتھے نمبر پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ یہودی قبیلے کا بوجہ غداری محاصرہ کرلیا، انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم ان سے مشورہ کرسکیں۔ جب حضرت ابولبابہ گئے، تو انھوں نے ابولبابہ سے پوچھا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ قبول کرلیں، انھوں نے قبول کرنے کو کہا، ساتھ ہی گلے کی طرف انگلی کر کے اشارہ کیا کہ تم قتل کردیے جاؤ گے۔ جب کہ حضور ﷺ کی ہدایت تھی کہ اس راز کو فاش نہیں کرنا، ابولبابہ کی ان سے دوستی تھی اور ہمدردی بھی، مگر جلد ہی انھیں خیال آیا کہ میں تو خیانت کا مرتکب ہوگیا ہوں۔ یوں ابولبابہ نے اپنے آپ کو اس ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ اور اللہ سے دعا کرنے لگے، اللہ میری توبہ قبول کرلے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ''یا تو توبہ قبول ہوگی یا اسی حال میں مرجاؤں گا۔'' وہ نو دن اسی حالت میں رہے حتّٰی کہ ان کی توبہ قبول ہوئی، حضور ﷺ نے ابولبابہ کو نوید مسرت سنائی، اس طرح اس ستون کا نام ستونِ ابولبابہ ہے۔

ستونِ سریر

ستونِ ابی لبابہ کے بعد جو ستون آتا ہے، اُس کا نام ستونِ سریر ہے۔ اس جگہ حضور ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ رات کو اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر لگایا جاتا تھا۔

ستونِ علی

یہ ستون سریر سے اگلا ستون ہے۔ میں اس کے پاس پہنچا اور خشوع وخضوع سے دعا مانگی۔ یہ ستون اس جگہ ہے جہاں حضرت علی نماز پڑھتے تھے اور اسی جگہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسبانی فرمایا فرمایا کرتے تھے۔

ستونِ تہجد

یہ حجرہ عائشہؓ کے قریب ترین ستون ہے۔ یہ جس جگہ تعمیر کیا گیا ہے۔ وہاں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ اور فجر کی نماز بھی اکثر اسی جگہ پڑھتے تھے۔

مَیں نے ان تمام ستونوں کے ساتھ دعائیں کیں، انھیں غور سے دیکھا پھر باہر نکل آیا۔

زیاراتِ مدینہ

۲۳ ردسمبر کو ہم نے زیارتوں کا پروگرام بنایا۔ مکتب والے بس پر سیر کرواتے ہیں جس میں ایک گائیڈ بھی ہوتا ہے جو مختلف جگھوں کا تعارف بھی کرواتا ہے، اور تفصیل سے بتاتا ہے۔ بس بڑی تھی جس میں ساٹھ کے قریب حاجی ہوں گے، مرد بھی عورتیں بھی۔ بس میں ایک چھوٹا سا مائیک بھی لگا ہوا تھا، جس میں گائیڈ تفصیل پیش کررہا تھا۔ بس والے ہر حاجی سے دس ریال اس سیر کا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔

اس دن موسم خاصا ٹھنڈا تھا، آسمان پر کہیں کہیں بادل بھی تھے۔ مدینہ میں ویسے بھی موسم قدرے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ جب کہ مکہ میں گرم۔ مدینہ میں پانی کے بہت سے کنویں ہیں جب کہ مکہ میں صرف آبِ زم زم کا کنواں ہے۔

صبح آٹھ بجے بس چل پڑی۔ ''دارالشوریٰ'' سے بس کا رخ مسجد نبوی کے عقبی طرف تھا۔ مدینہ کی کھلی کھلی سڑکوں پر بس تیزی سے چل رہی تھی، نئی نئی عمارات کے ساتھ پرانی پرانی عمارتیں بھی دیکھنے میں آتی تھیں۔ نئی عمارتیں جدید ڈیزائن میں شان دار طریقے سے بنائی گئی ہیں۔ اب مسجد نبوی ہمارے دائیں ہاتھ ہے سڑک اور مسجد نبوی کے درمیان خوب صورت پلازے بنے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف سامنے پہاڑ نظر آرہے تھے۔

جنت البقیع

ہمارا سفر شروع ہوا تو مسجد نبویؐ کے عقب میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی، گائیڈ نے بتایا کہ یہ ''مسجد بخاری'' ہے۔ اس کے بعد ہم دائیں طرف مڑ گئے۔ اب ہمارے دائیں طرف جنت البقیع کا آخری حصہ تھا۔ یہ مسجد نبوی سے شروع ہوتا ہے اور جہاں ہم کھڑے تھے وہاں اس کا اختتام ہے۔ یہ ایک وسیع قبرستان ہے۔ جس میں نہ جانے کتنے اللہ کے پیارے دفن ہیں۔ گائیڈ کی زبانی معلوم ہوا کہ دس ہزار صحابہ اس قبرستان میں دفن ہیں۔ یہاں گاڑی چند منٹ ٹھہری ہم نے قبرستان کو دیکھا پھر گاڑی چل پڑی۔ گاڑی مسجد بلال کے بائیں ہاتھ والی سڑک سے گزری۔ اب ہم مسجد قبا کی طرف جارہے تھے۔ راستہ میں کچی عمارتیں بھی دیکھیں جو ماضی کی نشانیاں تھیں جگہ جگہ کھجوروں کے باغات تھے۔ بعض کو تو دیواروں سے مقید بھی کر دیا گیا تھا۔ یہ درخت نہایت خوب صورت مناظر پیش کرتے ہیں۔ مدینہ کی زمین کھجور کے درختوں کے لیے بے حد سازگار بتائی جاتی ہیں۔ چند منٹ چلنے کے بعد ہماری بس مسجد قبا کے سامنے جارُکی۔

مسجد قبا

مدینہ منورہ سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر جو آبادی ہے، اسے قبا کہا جاتا ہے۔ حضور ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے آئے تو بنو تمیم نے آپ کا اسی جگہ استقبال کیا تھا اور بچیوں نے دف بجا کر آپ کو خوش آمدید کہا۔ مسجد قبا تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے۔ جس کی بنیاد حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے رکھی۔ یہاں دو نفل پڑھنے کا ثواب ایک عمرہ کرنے کے برابر ہے۔ ہم نے اس مسجد میں نفل ادا کیے، ہماری گاڑی تقریباً آدھا گھنٹا یہاں رُکی رہی، مسجد قبا کے سامنے کھلی گراؤنڈ ہے۔ جس میں سبزہ اُگایا گیا ہے، نیم کے درخت بھی ہیں جو شاندار منظر پیش کر رہے تھے۔ مسجد قبا کے دائیں ہاتھ ایک پارک ہے جس میں جھولے لگے ہوئے ہیں، چند بوڑھی عورتیں جھولے لے رہی تھیں۔ ہمارے ساتھی بھی ان سب چیزوں سے لطف اندوز ہونے لگے کیوں کہ سعودیہ میں یہ پہلا منظر تھا جو ہم نے دیکھا۔

مسجد شمسہ

یہاں سے فارغ ہو کر ہم بائیں ہاتھ والی سڑک پر تھے تھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ سامنے ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کا نام گائیڈ نے شمسہ بتایا۔ اس نام کی وجہ یوں بیان کی کہ ایک دن حضرت علی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ تھے کہ حضرت علی کی نمازِ عصر قضا ہو گئی۔ آپ نے سورج کو اشارہ کیا، تو وہ واپس آ گیا، حضرت علیؓ نے آرام سے نماز ادا کی۔ یوں قضا نماز ادا ہو گئی اور سورج پھر سے غروب ہو گیا۔ اس جگہ یہ مسجد بنائی گئی ہے اور اس کا نام ہے مسجد شمسہ۔ اس کے قریب ایک کنواں بھی دیکھا جس کا نام غرمن بتایا گیا اس کے بارے میں گائیڈ نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بار غسل کیا۔ اس کا پانی آپ شہد ملا کر استعمال کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت کا کنواں بتایا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا باغ

جب ہم ذرا آگے بڑھے تو ایک قطعہ زمین دیکھا جس میں پاکستانی کاشت شدہ زمین کی طرح مختلف نباتات اگی ہوئی ہیں۔ گھاس، برسیم، لوسرن، مکئی، پالک وغیرہ دیگر سبزیاں کدو، ککڑی نیز منہدی کے چند پودے بھی دیکھنے میں آئے۔ یہ قطعۂ زمین تین ایکڑ زمین سے زیادہ ہوگا۔ جسے سیراب کرنے کے لیے پانی کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ غالبًا کنواں جس میں پیٹر اور بور لگا ہوا تھا۔ گائیڈ نے بتایا کہ یہ حضرت سلمان فارسی کا باغ ہے۔ اس کی کہانی یوں کہ حضرت سلمان فارسی ایک سنگ دل یہودی کے غلام تھے جو آپ پر بہت تشدد کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کو یہودی سے خریدنا چاہا۔ اس نے شرط پیش کی کہ اس قطعہ زمین میں سلمان فارسیؓ کھجوروں کا باغ اگائے جب کھجوروں کے پودے بارآور ہو جائیں تو میں سلمان فارسیؓ کو آزاد کردوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین میں کھجوروں کی گٹھلیاں بوتے جاتے تھے اور حضرت سلمان فارسی دیکھتے جاتے تھے، اگلی صبح جب اٹھے تو دیکھا کہ کھجوروں کے پودے جوبن پر ہیں ان پر کھجوریں لگی ہوئی ہیں۔ یہودی نے حضرت سلمانؓ فارسی کو آزاد کردیا، تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپؐ کے سفر و حضر کے ساتھی بن گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کو مشیر خاص بنالیا، غزوات کے موقع پر آپ حضرت سلمانؓ کی رائے کو فائق سمجھتے تھے۔ غزوہ خندق کے موقع پر آپ نے خندق کھودنے کا حکم حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر دیا تھا۔

(نوٹ: ہم نے یہ تفصیل کسی کتاب میں نہیں پڑھی۔) حضرت سلمان فارسیؓ کے باغ سے آگے بڑھے تو سامنے ایک نشیبی جگہ دیکھی، گائیڈ نے بتایا کہ یہ وادی شفا ہے۔ جب زخمی صحابہ غزوہ احد سے واپس آئے تو ان میں بیماری پھیل گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا اس وادی میں نہالو۔ جب صحابہؓ نے اس وادی میں غسل کیا تو شفایاب ہو گئے۔ اب حکومت عرب نے

اس پر پتھر ڈال دیے ہیں، تاکہ لوگ اس وادی کو شفا کا مرجع نہ بنا لیں۔ شفا من جانب اللہ عزوجل ہے۔ مدینہ پاک میں جگہ جگہ کھجوروں کے درخت اور باغ ہیں۔ ہم نے راستے میں ایک پرانا باغ بھی دیکھا۔ اب ہم مسجد بلال کی دائیں طرف سے گزر رہے تھے۔ سامنے مسجد ذوالنورین ہے۔ اب ہم دوبارہ مسجد نبوی کے دائیں طرف آ گئے تھے، سامنے مسجد نبوی کے مینار ہیں۔ یہاں ہم نے درج ذیل مسجدیں دیکھیں جنھیں ہم پہلے بھی روزانہ دیکھتے تھے، مگر ان کے نام معلوم نہ تھے، گائیڈ نے بتایا کہ یہ مسجد غمامہ ہے۔

مسجد غمامہ

یہ مسجد اس جگہ تعمیر کی گئی ہے جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ استسقا پڑھائی تھی۔ مدینہ کے کاشت کار آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا، ہمارے باغات سوکھ رہے ہیں، بارش کے لیے دعا کریں۔ آپ نے نمازِ استسقا پڑھائی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اسی وقت بادل نمودار ہوئے اور بارش برسنے لگی، اس لیے اسے مسجد غمامہ کہتے ہیں۔ یعنی بادل والی مسجد۔ یہ مسجد حرمِ نبوی کے قریب ہے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازیں بھی تھے۔ آج کل اس کے عقب میں دورانِ حج میں حکومت کی طرف سے کھانا تقسیم ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی مسجدِ ابوبکرؓ ہے۔ یہ مسجدِ غمانہ کے قریب شمال کی جانب ہے، اس کے ساتھ مسجد عمر فاروقؓ ہے۔ یہ بھی مسجد غمامہ کے قریب ہے۔ مسجد علیؓ بھی مسجد غمامہ اور حرم نبوی سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ یہ مسجد بڑی سڑک پر واقع ہے۔ جس کے سایہ سے گزر کر ہم اپنے ٹھکانے 'دارالشوی'' جاتے تھے۔ ہم نے ان مساجد کو بار بار دیکھا مگر مقفل پایا۔ نہ جانے کس وقت کھلتی ہوں گی۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہمارا رُخ اب جبل احد کی طرف تھا۔ اب ہم طریق فہد پر تھے۔ تھوڑی دُور جا کر ہماری بس طریق شہدائے احد کی طرف مڑ گئی۔ اب ہماری بس جبل احد کے سامنے کھڑی تھی، گائیڈ نے کہا، یہاں ہم آدھا گھنٹا رکیں گے۔

جبلِ اُحد

جبلِ اُحد ایک بڑا پہاڑ ہے جسے دیکھنا ثواب ہے اس کے سینے میں اسلامی تاریخ کا بہت بڑا سانحہ محفوظ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دانتوں کا یہ امین ہے۔ اس پہاڑ کے دامن سے مدنی سرکار ﷺ کے خون کے چھینٹوں کی خوش بو اب بھی سونگھی جا سکتی ہے مگر اس کے لیے گہرے تفکر اور تدبر کی ضرورت ہے۔ پہاڑ ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم مسجد نبوی کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جائیں تو دائیں وہ گھاٹی ہے جس میں حضور ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا۔ گھاٹی کے آگے ہمارے سامنے چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ درمیان میں شہدائے احد کی قبریں ہیں، جن کے گرد دیوار چن دی گئی ہے۔ صرف مغرب کی طرف لوہے کا جنگلا لگا ہوا ہے جس میں سے اندر کا منظر دیکھا جا سکتا ہے۔ کوئی قبر نہیں، بس ایک صاف قطعۂ زمین ہے۔ جہاں حضور ﷺ کے ستر کبار صحابہ محو استراحت ہیں۔ جنگلے کے سامنے سیکورٹی والے کھڑے ہیں جو لوگوں کو شرکیہ عبادات سے روکتے ہیں۔ حکومت عرب کو لوگوں کے ایمان کا بڑا خیال ہے۔ وہ حضرت عمر جیسا ایمان چاہتے ہیں ہر جگہ ہر زبان بولنے والے علما کھڑے ہیں جو لوگوں کو پند و نصائح اور فقہ کے مسائل بتاتے ہیں۔ لوگوں کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف دلاتے ہیں اور مشرکانہ حرکات سے روکتے ہیں۔

سامنے والے پہاڑ پر لوگ چڑھ رہے تھے یہاں گائیڈ نے ہمیں میدانِ جنگ کا نقشہ دکھایا۔ اُحد ایک کھلا میدان ہے۔ جس کے دائیں ہاتھ کھائی ہے اس کھائی میں آپ نے اپنے چند صحابہ کھڑے کیے تھے اور انھیں ہدایت کی تھی کہ فتح ہو یا شکست وہ اس جگہ سے نہ ہلیں۔ مگر جب فتح کی نوید سنی تو وہ لوگ بھی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جگہ خالی اور مناسب دیکھ کر خالد بن ولید (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے پیچھے سے مسلمانوں کو آلیا، اس طرح ستر کبائر صحابہ شہید ہو گئے۔ انھیں میدان میں بڑا گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا جس کے گرد اب جنگلا بنا ہوا ہے، اندر کسی قبر کا نشان موجود نہیں ہے۔ نہ کسی کو معلوم ہے کہ کون سا صحابی اس جگہ دفن ہے۔

ہم نے اس جگہ جنگلے کے سامنے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی۔ یہاں بھی ہر قسم کے تاجر لوگ موجود ہیں، جو کھجوریں، تسبیحیں اور جڑی بوٹیاں مہنگے داموں بیچ رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ تاجر سادہ لوح حاجیوں کو لوٹ رہے ہیں۔ یہاں زیادہ تر عورتیں تجارت کرتی ہیں جن کا رنگ کالا تھا اور وہ حبشہ کی بتائی جاتی تھیں۔ یہاں کچھ جڑی بوٹیاں بھی فروخت ہو رہی تھیں جنھیں مختلف امراض کے علاج کے لیے نام زد کیا گیا تھا۔ مثلاً: یہ پیکٹ پانچ ریال کا ہے اور یہ اولاد کے لیے ہے اور اولاد تو اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر یہ لوگ ٹوٹی پھوٹی اردو بول کر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بے وقوف بنا رہے تھے۔ اس طرح دیگر پیکٹ بھی مسیحائی اثر رکھتے ہیں ہم پہاڑ پر نہ چڑھ سکے جب واپس ہوئے تو رانی کہنے لگی، اوہ! مجھے تو پہاڑ پر چڑھنا تھا، اب ہماری گاڑی واپس جا رہی تھی۔ مدینہ کے قرب و جوار میں ہر طرف کھجوروں کے باغ کثرت سے ہیں، ہمیں اپنے علاقے کے کنو مالٹے کے باغ یاد آنے لگے۔ جہاں ذرا سی زمین خالی ہے، کھجور کا درخت اگا ہوا ہے، کہیں کہیں جدید درخت بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایک سڑک پر بیری کے درخت بھی دیکھے تو ہم نے اسے عجیب خیال کیا۔ پھر خیال آیا کہ حضرت آدم نے زمین پر پہلا پھل بیر ہی کھایا تھا پھر سوچا یہ تو وادی حجاز میں کثرت سے ہوں گے۔

اب ہم بئیر روما پر آ کر رُکے جو حضرت عثمانؓ غنی نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا۔ اب یہاں بھی ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

مسجدِ قبلتین

ابھی ہماری بس تھوڑا ہی چلی ہوگی کہ مسجد قبلتین کے سامنے آ کر رُک گئی۔ گائیڈ نے بتایا کہ یہ مسجد قبلتین ہے یہاں ہم پندرہ منٹ رکیں گے، اس میں نفل وغیرہ پڑھ لو۔ یہ مسجد جبلِ اُحد اور مسجد نبوی کے درمیان ہے۔ ابتدائے اسلام میں مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ تقریباً سولہ سترہ ماہ تک ادھر ہی رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ ایک دفعہ آپ ظہر کی

نماز پڑھا رہے تھے دو رکعت کے بعد آپ کو قبلہ تبدیل کرنے کا حکم (سورہ بقرہ، آیت: ۱۴۴) آیا، تو آپ نے اپنا رخ کعبہ کی طرف کرلیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں مسلمانوں نے بھی اپنا رخ پھیرلیا، اس لیے اس مسجد کو دو قبلوں والی مسجد ''قبلتین'' کہتے ہیں۔ یہ نئی تعمیر شدہ مسجد ہے۔ صاف ستھری اُجلی اُجلی ہم نے جب نفل ادا کر لیے تو بس میں آ کر بیٹھ گئے ،بس حرکت میں آ گئی، راستے میں ہم نے بہت سے تاریخی مقامات دیکھے۔ مثلاً جبل صلہ دیکھا، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن، سوم وار، منگل اور بدھ دعا کی، یہاں بھی ایک چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی ہے۔ وادی عقیق بھی دیکھی۔ پھر ہم اس جگہ پہنچے جہاں غزوۂ خندق لڑی گئی تھی۔ اس جگہ چھوٹی چھوٹی مسجدیں صحابہ کے نام پر تعمیر کی گئی تھیں مگر اب یہ سب مسجدیں گرا کر ایک بڑی مسجد تعمیر کی جارہی ہے۔ گائیڈ نے یہ بھی بتایا کہ جس سڑک پر ہم کھڑے ہیں یہ سڑک خندق کے اُوپر بنائی گئی ہے۔ یہاں بھی ہم پندرہ منٹ رکے، سڑک پر ادھر ادھر گھومے پھرے۔ پھر بس میں بیٹھ گئے اور بس چل پڑی۔ اب بارہ بج چکے تھے ہمیں واپس آنا تھا کیوں کہ ہمیں نماز باجماعت مسجد حرمِ نبوی میں پڑھنا تھی، ہمارے راستے میں کھجوریں محفوظ کرنے کا کارخانہ آیا۔ جہاں بس کو چند منٹ کے لیے روکا گیا۔ کارخانہ دار نے ہمیں مفت کھجوریں کھانے کو کہا مگر ساتھ لے جانے کی ممانعت تھی، ہاں خرید کر ہم لے جا سکتے تھے۔ یہاں کھجوریں خوب صورت ڈبوں میں پیک کی جارہی تھیں۔ ڈبے ہر سائز کے تھے۔ سوگرام سے پانچ کلو تک۔ یہاں ہر قسم کی کھجوریں موجود تھیں، مہنگی بھی، سستی بھی۔ پانچ ریال فی کلو سے لے کر پچاس ریال کلو تک۔ سب سے اچھی کھجور ''عجوہ'' بتائی جاتی تھی۔ جو پچاس ریال کلو تھی۔ یہ کارخانہ کافی بڑا تھا جسے دیکھ کر ہم دنگ رہ گئے۔ اس کے بعد ہم سیدھے حرمِ نبوی میں آ گئے۔ ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اس دن ہم نے باقی معمولات حسبِ سابق ادا کیے یعنی ظہر کی نماز کے بعد تلاوتِ قرآن پاک، نمازِ عصر کے بعد سامنے والی مارکیٹ سے چائے کا کپ اس کے بعد روضۂ اقدس پر حاضری، گنبدِ خضرٰی کو دیر تک دیکھنے کی سعادت، مغرب کے بعد ذکر عشا کی نماز پڑھ کر واپسی اور کھانا کھانا۔ اس کے بعد دن کے معمولات پر تھوڑی دیر تبصرہ کیا اور سو گئے۔ عجیب

بات تو یہ تھی کہ اس دیارِ غیر میں اجنبیت بالکل محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ گلیاں بازار، مسجدیں، مزار دیکھے بھالے ہیں۔ ان سے نہ دل اُکتا تا تھا نہ جی بھرتا تھا۔ بس ایک ایسی کیفیت تھی کہ تھکن محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔ دن گزر گیا۔

اگلے دن صبح کی نماز کے بعد تلاوت، ذکر اور اشراق پڑھ کر واپس آئے ناشتا کیا۔ میرے گروپ کی خواتین کچھ خریدنا چاہتی تھیں انھیں لے کر مارکیٹ گیا، انھوں نے کچھ سونا خریدا اور کچھ کمبل وغیرہ۔ خریداری ایک دل چسپ مشغلہ اور مشکل سرگرمی بھی ہے۔ خاص کر جب عورتیں ساتھ ہوں ایک چیز دو دکانوں پر ایک جیسی ہو تو عورتیں ایک چیز کو ایک دکان پر پسند نہیں کریں گی۔ دُوسری دکان پر وہی چیز انھیں پسند آجائے گی۔ بے شک اس دکان پر انھیں کچھ دام زیادہ ہی دینا پڑیں۔

ملاقات

ظہر کی نماز کے بعد گنبدِ خضرٰی دیکھنے کے لیے سامنے بیٹھا رہا۔ جب تھک گیا تو مارکیٹ کی طرف چائے پینے چل پڑا۔ وہاں میری ملاقات ایک انڈونیشئن سے ہوئی۔ کافی دیر گپ شپ ہوتی رہی۔ اس نے اپنا نام الفجری آری بتایا۔ وہ میرے لیے چائے اور کیک لایا، وہ خوب رُو جوان آدمی تھا۔ اکنامکس میں ماسٹر ڈگری اس نے حاصل کی ہوئی تھی، نفیس انگلش بول سکتا تھا۔ وہ میری ملاقات سے بہت خوش ہوا اور کہنے لگا:

You are just like my father.

''کہ آپ میرے لیے ابو کی طرح ہیں''

اُس نے مجھے اپنا پتا اور ٹیلی فون نمبر بھی دیا۔ ۲۵۔ دسمبر کو ناشتا کے بعد مَیں نے اہلیہ کو نزدیکی ہسپتال میں دکھایا۔ مجھے بھی نزلہ اور کھانسی کی شکایت تھی، دوا لے کر ہم دس بجے کے قریب دوبارہ مسجدِ علی۔ مسجدِ غمامہ۔ مسجدِ ابوبکر صدیق کی طرف نکل گئے۔ پھر ہم مسجد بلال پہنچے وہاں ہم نے نفل پڑھے اور ساڑھے بارہ بجے واپس مسجد نبوی پہنچ گئے۔

مَیں عصر کی نماز کے بعد دوبارہ جنت البقیع کی طرف چلا گیا تاکہ قبور کی زیارت کی جا سکے۔ ہمارے ایک خوش قسمت ساتھی ''بھائی نثار'' جو پاکستان کے مشہور شہر بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ فوت ہو گئے۔ انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ حسرت سے دل بھر آیا، کاش! مجھے اس جگہ دفن ہونا نصیب ہوتا۔ جنت البقیع سے نکلنے کا راستہ مغرب کی طرف تھا۔ وہاں میں نے کبوتر چگتے ہوئے دیکھے۔ لوگ ان کبوتروں کو دانہ ڈال رہے تھے وہ اچھل اچھل کر خوراک پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ یہ منظر بھی بہت دل کش تھا۔ اگلے دن یعنی ۲۶ / دسمبر کو مسجد سے گھر اور گھر سے مسجد تک محدود رہے۔ اہلیہ کی طبیعت خراب تھی اس لیے کہیں نہ جا سکا۔

ستائیس دسمبر کو ناشتا کے بعد مَیں، بابا سردار اور مہمند خاں کھجوریں خریدنے چلے گئے۔

کھجوروں کی منڈی

مسجد نبوی کے سامنے دائیں کونے سے تقریباً پانچ منٹ پیدل فاصلے پر کھجوروں کی منڈی ہے، جو شاید دنیا میں کھجوروں کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ بازار لگے ہوئے تھے مگر قیمت آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ عام کھجوریں بارہ ریال فی کلو بتاتے تھے اور عجوہ ساٹھ ریال فی کلو۔ یوں ان سے ہمارا سودا طے نہ ہوا۔ ہم وہاں سے ٹیکسی لے کر دوبارہ کھجوروں کے کارخانے گئے جہاں سے مقررہ ریٹ پر کھجوریں خریدیں۔ وہاں سودا چکانا نہیں پڑتا، ہم نے تین چار کارٹن بنوائے۔ اور وہاں سے پھر ہم اجرہ (ٹیکسی) لے کر گھر آئے۔ بڑی مشکل سے ظہر کی نماز میں شامل ہوئے۔

پاکستانی جھنڈا

اٹھائیس دسمبر کو ہم ڈالر تبدیل کروانے کے لیے پاکستان ہاؤس کی طرف چل پڑے۔ پاکستان ہاؤس پر پاکستانی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ جسے دیکھ کر مجھے بہت زیادہ پیار آیا۔ ایسے لگتا تھا کہ ایک بچھڑا ساتھی مل گیا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اسے گلے لگا لوں۔ میں اسے دیکھتا رہا، دیکھتا رہا، دیکھتا رہا۔

ڈالر تبدیل ہو گئے ہم حرم نبوی کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ہم نے دو عدد کمبل ٹوپیاں، رومال، تسبیحات اور بچوں کے لیے کھلونے خریدے، عشا کے بعد جب گھر آئے تو عمارت کے باہر نوٹس آویزاں تھا کہ ۲۹۔ دسمبر کو عشا کے بعد مکہ روانگی ہوگی۔

مدینہ سے واپسی

نوٹس پڑھ کر دل پر چوٹ سی لگی۔ ہمیں تو یہ محسوس بھی نہیں ہو رہا تھا کہ واپس جانا بھی ہے یا نہیں ہم تو اس فضا میں رچ بس گئے تھے۔ اگلا دن بے قراری میں گزرا۔ میرے گروپ کی خواتین نے بہت زیادہ خریداری کر لی تھی۔ کمبل کپڑے، سوٹ کیس وغیرہ جنھیں بس پر رکھنے میں بہت زیادہ دشواری ہوئی۔

مسجدِ نبوی سے جدائی

مسجدِ نبوی چھوڑنے کی کیفیت عجیب تھی۔ آنکھوں میں آنسو دل میں بے قراری، میں بار بار مسجد نبوی کی طرف دیکھتا تھا اور سوچتا تھا، شاید پھر کبھی زیارت کا موقع نصیب ہوگا یا نہیں۔ دور تک آنکھوں سے جھڑی لگی رہی۔ دل بے قرار رہا اب بھی مسجد نبوی کا نقشہ اکثر آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اُڑ کر مسجدِ نبوی پہنچ جاؤں۔

احرام

بس مدینہ سے روانہ ہوئی، کافی دُور آ کر ایک مسجد کے سامنے رکی۔ موسم شدید سرد تھا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں ہلکی ہلکی بوندیں بھی پڑ رہی تھیں۔ مسجد میں جا کر عمرہ کا احرام باندھنا تھا۔ غسل کیا، پھر احرام باندھا، ادھر سردی سے کانپنے لگے۔ مسجد میں جا کر دو نفل پڑھے۔ پھر وہاں سے ہماری بس چل پڑی، پوری رات سفر میں رہے۔ صبح کی نماز راستے میں پڑھی۔

ڈرائیور نے جس جگہ صبح کی نماز کے لیے بس روکی وہاں مسجد تو موجود تھی، مگر پانی نہایت قلیل تھا۔ صبح سات بجے کے قریب اپنے ٹھکانے ''جردل'' پہنچے۔ سامان زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک بیگ بس ہی میں رہ گیا اُس پر نام اور مکتب وغیرہ درج ہونے کے باعث دو گھنٹے بعد ہمیں مل گیا۔

دُوسرا عمرہ

اب حج میں صرف سات آٹھ دن باقی تھے۔ ہم نے تین چار گھنٹے آرام کیا، پھر ساڑھے گیارہ بجے حرمِ کعبہ کی طرف چل پڑے۔ اب تو گلیوں اور بازاروں میں چلنا دوبھر ہو گیا۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ آ گئے تھے۔ کوئی کعبہ جا رہا ہے، کوئی آ رہا ہے، تل دھرنے کو جگہ نہیں۔ دکانوں پر بھیڑ ہے، خوانچے والے راستہ روکے کھڑے ہیں۔ مانگنے والے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ظہر کی نماز کے بعد بوڑھی آمنہ کو میں نے دوسری منزل پر طواف کروایا، حرم کعبہ سے وہیل چیئر مل جاتی ہے جو واپسی پر انھیں لوٹا دی جاتی ہے۔ اُس پر حرم کعبہ اور وہیل چیئر کا نمبر درج ہوتا ہے۔ مَیں نے وہ چیئر حاصل کی اور دوسری منزل پر آمنہ کو طواف کروانے چلا گیا۔ ظہر کے وقت گرمی شدید تھی اُوپر والی منزل میں راستہ لمبا ہے۔ ایک چکر میں تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ میں نے وہ طواف کروانا شروع کیا۔ پسینا سے شرابور ہو گیا، راستے میں لوگ ہمیں پانی کے چھوٹے چھوٹے کپ بھر کر دیتے تھے۔ میں راستے میں ہر چکر پر پانی پیتا رہا اور چلتا رہا۔ طواف سے فارغ ہو کر سعی کے لیے بوڑھی آمنہ کو لے کر نکل گیا۔ صفا سے مروہ تک آدھا کلومیٹر سفر تو بنتا ہی ہے۔ ہم نے عصر کی نماز سعی کے دوران میں پڑھی۔ اس سے فارغ ہو کر آمنہ کو اس کی بیٹی کے حوالے کیا اور خود سر منڈانے چلا گیا۔ شام کے وقت شدید تھکن محسوس ہو رہی تھی، جیسے بخار ہو گیا ہو۔ رات پوری طرح نیند بھی نہ آ سکی اگلا روز سال کا آخری دن تھا۔ رانی صبح چار بجے میرے ساتھ حرم کعبہ گئی اور گروپ کی دوسری خواتین کے ساتھ طواف کرنے لگی۔ میں مطمئن ہو گیا کہ ان کے ساتھ ہی گھر آ جائے گی۔ میں اشراق پڑھ کر واپس آیا اور لیٹ گیا، اہلیہ کا انتظار کرنے لگا، مگر وہ گیارہ بجے تک واپس نہ آئی، دیگر

خواتین ایک ایک کر کے آ گئیں۔ مجھے رانی کی فکر ہوئی تو میں پھر حرم کعبہ کی طرف چلا گیا۔ میں کعبہ پہنچا تو مقررہ جگہ پر دیوار کے ساتھ بیٹھی آنسو بہا رہی تھی اور ہاتھ میں تسبیح، گویا ساتھ ساتھ ذکر بھی کر رہی تھی، نیز غصے سے لال پیلی ہو رہی تھی، میں نے گھر جانے کو کہا میرے گروپ کے باقی ساتھی بھی آ گئے۔ اس طرح وہ ظہر پڑھ کر ان کے ساتھ واپس آ گئی۔ میں حسبِ معمول عشا کی نماز پڑھ کر کھانا ساتھ لیے گھر پہنچا تو مجھے کوسنے لگی اور آنسو بہانے لگی۔ آنسو عورت کا عجیب ہتھیار ہے جس سے وہ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام لے سکتی ہے۔ پتھر دل کو موم کرنا، سنگ دل کو رام کرنا ان کے آنسوؤں کا کمال ہے، بس، خوف خدا سے آنکھوں سے نکلنے والے آنسو جہنم کی آگ کو بجھانے کے لیے کافی ہیں۔

انڈونیشئن اور ایرانی حاجی

مسجدِ نبوی ہو یا حرم کعبہ انڈونیشیا کے باشندوں کا اپنا ایک انداز ہے۔ ان کے مختلف گروپ ہیں۔ ہر گروپ کا لباس اپنا، ہر حاجی کے گلے میں تکونی رومال، اور ہر گروپ کا رنگ مختلف۔ کسی کا رنگ سبز، کسی گروپ کا رنگ سرخ اور کسی کا زَرد۔ اسی طرح اہل ایران بھی مختلف گروپوں کی صورت میں تھے۔ ان کا لباس اپنا تھا جو کہ انڈونیشین حجاج سے مختلف تھا۔ انڈونیشین ہو یا ایرانی ان کی خوبی یہ ہے کہ ان کا اپنا ایک لیڈر ہوتا تھا۔ جس کے پیچھے جاتے تھے۔ اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ایرانی گروپوں کا اپنا انداز تھا۔ اور انڈونیشئن کا اپنا۔

مدینہ میں ایرانی صبح نماز کے بعد باری باری ہر گروپ مسجد علی کی حاضری ضرور دیتا تھا۔ وہ رہتے بھی کسی ایک ہوٹل میں گروپ کی صورت میں تھے۔ یہ دونوں قومیں نہایت منظم تھیں اور اپنے لیڈر کی ہر حالت میں پیروی کرتی تھیں۔ حرم کعبہ میں بھی ان کا طواف اسی طرح گروپ کی صورت میں ہوتا تھا۔ لیڈر زبانی یا کتاب دیکھ کر اونچی آواز سے پڑھتا تھا اور باقی لوگ اس کی تقلید کرتے تھے۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلتے تھے کیا مجال کہ کوئی ممبر ادھر اُدھر ہو جائے۔ یہ حقیقت ہے منظم

قومیں ہی ترقی کر سکتی ہیں۔ مسجد نبوی ہو یا حرم کعبہ اکثریت انڈونیشئن ہی کی نظر آتی تھی۔ انڈونیشین قوم نہایت نفیس قوم ہے۔ اجلے اجلے کپڑے زیب تن، رومال گردن کے گرد اور سر پر انڈونیشین ٹوپی جو ایک خاص وضع کی تھی۔ شلوار یا پاجامے کے اوپر دھوتی، یہ تھی ان کی پہچان۔ زیادہ تر جوان لوگ تھے، لڑکے اور لڑکیاں بس ایک طرح کی تھیں۔ ان کی پہچان بس آنکھ ہی تھی۔ ہم شاید انھیں پہچان نہ سکیں، ایک طرح کا چہرہ مہرہ، ایک طرح کا رنگ، ایک طرح کا لباس، گویا سب کی ڈیل ڈول ایک جیسی، ناک بھی بس ایک طرح کی یعنی ''ستواں'' غرض وہ سب ایک طرح کے تھے میں نے انھیں کھانا کھاتے بھی دیکھا وہ کھانا بھی نفیس اور ایک طرح کا کھاتے تھے۔

مولوی شاد حسن

مغرب کی نماز کے بعد مولوی شاد حسن سے بات چیت ہوئی جو وزیرستان کے رہنے والے تھے۔ مَیں نے اُن سے حج کے کچھ مسائل بھی سیکھے۔ نہایت خوش طبع، دل چسپ اور نیک آدمی تھے۔ اللہ ان کی عمر دراز کرے۔ جب وہ چلے گئے تو ایک انڈین حاجی سے بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ ان سے معلوم ہوا کہ انڈیا سے حج پر آنے کے لیے اسی ہزار خرچ کرنا پڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ عرب پہنچ کر دو ہزار ریال واپس مل جاتے ہیں۔ میں سوچنے لگا کہ پاکستان والے حاجیوں کو سستے داموں رہائش دے سکتے ہیں، جہازوں کا کرایہ معمول پر رکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ تب ہوتا ہے جب خوفِ خدا اور فکرِ آخرت ہو۔ کم زوری پر انسان صابر اور شاکر ہو، تعیش سے گریز پا ہو۔ اسے معلوم ہو کہ یومِ محشر اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس یہ چیز ہمارے بست وکشاد میں تقریباً مفقود ہے۔ یہاں صرف اعلیٰ قسم کے کھانے اور بہترین قسم کے کپڑے، اعلیٰ کار اور کوٹھی کی فکر ہے۔ اس عارضی جا کو سجانا اور سنوارنا مقصدِ حیات بن گیا ہے۔ معیارِ عزت، تقویٰ نہیں، دولت بن گئی ہے۔

نیا سال[1]

آج یکم جنوری ۲۰۰۷ء ہے، سال کا پہلا دن ہے مجھے گھر سے آئے ہوئے چودہ دن ہو گئے ہیں۔ مجھے مزید تیس دن اس سرزمین میں ٹھہرنا تھا۔ صبح چار بجے جب ہم حرم کعبہ کی طرف جاتے تو حبشی مرد و خواتین کپڑا بچھا کر مختلف چیزیں بیچنے کی آوازیں لگا رہے ہوتے جس میں ٹوپیاں، تسبیحات، رومال، چادریں، گھڑیاں کھلونے و دیگر مختلف چیزیں شامل ہوتیں۔ اشراق پڑھ کر واپس ہوتے تو بھی وہ چیزیں بیچ رہے ہوتے تھے یوں آوازیں لگاتے، خمسہ ریال، ربع ریال، ثلاثہ ریال وغیرہ۔ میں نے ایک دن دیکھا کہ اچانک یہ سبھی اشیا بیچنے والے اپنا اپنا سامان سمیٹ کر بھاگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ایک حبشی بچہ، جی پلس آ گیا ہے۔ ہر مرد، عورت اور بچہ جائے پناہ تلاش کر رہا تھا، بھاگ رہا تھا۔

گیارہ بجے کے قریب لطیف آیا۔ لطیف ہمارا عزیز طالب علم ہے اس کے ساتھ اس کی بیوی فرخندہ بھی تھی اور ان کے ساتھ چھوٹا بچہ یاسر بھی تھا۔ جو ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اہلیہ کی گود میں کھیلنے لگا ان کا کاروبار اور رہائش جدہ میں تھی وہ چاہتے تھے کہ ہم بھی ان کے ساتھ چلیں، مگر ہم نے حج کے بعد جانے کا وعدہ کیا۔ ان کے پاس اپنی ذاتی گاڑی بھی تھی، یوں ہمیں سفر کرنے، سیر کرنے اور زیارات کرنے کی سہولت تھی۔

مکہ میں معمولات

مکہ میں معمولات حسب سابق ہی تھے۔ صبح چار اور پانچ بجے کے درمیان کعبہ جانا، تہجد کے بعد ذکر اذکار کرنا، پھر نمازِ فجر ادا کرنا، طوافِ کعبہ کرنا اور اس کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر واپسی۔ گھر آ کر ناشتا کرنا، پھر آرام کے لیے لیٹنا۔ گیارہ اور بارہ کے درمیان حرمِ کعبہ جانا، ظہر کی نماز

---

[1] مسلمانوں کا نیا سال ''محرم'' سے شروع ہوتا ہے۔

کے بعد تلاوت کرنا، عصر کے بعد طواف یا ذکر مغرب کی نماز کے بعد مکی صاحب کا ایمان افروز بیان سننا اور عشا کے بعد واپس گھر آ کر کھانا کھانا اور سو جانا۔

مدرسہ صولتیہ

جنوری ۲۰۰۷ء کی ۲ تاریخ کو گھر سے ذرا جلدی نکلا۔ مدرسہ صولتیہ کی تلاش تھی، جو حرم کعبہ کے قریب ہمارے گھر اور حرمِ کعبہ کے درمیان ہی تھا، وہ مجھے جلد ہی مل گیا۔ اس میں داخل ہوا دروازے کے سامنے بڑا سا ہال تھا جس میں مہتمم صاحب بیٹھے تھے ان سے ملاقات ہوئی وہ بڑی نفیس اردو بولتے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ یہ مدرسہ مولانا رحمت اللہ صاحب نے ۱۸۵۷ء میں کھولا تھا۔ اب یہ عروج پر ہے۔ اس کی عمارت کے دو حصے ہیں، ایک حصے کی سات منزلیں ہیں یہ ایک معیاری درس گاہ ہے۔ جس میں اس وقت ۸۵۰ طلبا زیرِ تعلیم ہیں۔ یہاں چھے سال کا بچہ داخل ہوتا ہے۔ بارہ سال کی تعلیم کے بعد عالم دین بن کر نکلتا ہے۔ یہاں پاک و ہند کے بچے پڑھتے ہیں۔ ایک طرف مفتی صاحب بیٹھے تھے۔ جو لوگوں کو مسائل بتا رہے تھے، پاکستان یا ہندوستان سے آنے والے حجاج کو حج کے بارے میں جو ابہام ہوتا تھا ان سے پوچھ رہے تھے۔ وہ انھیں مدلل جواب دے رہے تھے۔ جس سے لوگوں کو مسائل سمجھنے میں آسانی ہو جاتی تھی۔

چوٹ

میرے دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی طواف کے دوران میں کسی طواف کرنے والے کے پاؤں کے نیچے آ کر اپنی جگہ سے ذرا ہٹ گئی۔ جس سے درد ہونے لگا اور انگلی سوج بھی گئی۔ طواف کرنے میں دقت محسوس ہونے لگی۔ تین جنوری کو طواف کرنے کے بعد گھر آ کر ناشتا کیا پھر اپنے مکان کے قریب ہی پاکستانی کلینک پر گیا۔ ڈاکٹر صاحب کو انگلی دکھائی، ڈاکٹر صاحب نے (Paracetamol) تجویز کی، مجھے تسلی نہ ہوئی کعبہ کی طرف چلا آیا۔ نمازِ ظہر کے بعد کعبہ کے

باہر بابِ عمر بن عبدالعزیز کے سامنے ہسپتال ہے اس میں چلا گیا۔ ایک عربی ڈاکٹر بیٹھا تھا اُسے انگلی دکھائی جس نے پرچی پر (Home Accident) لکھا اور اس نے کوئی دوسری (Pain Killer) تجویز کی۔ میرا خیال تھا کہ ڈاکٹر انگلی کو سیٹ کر دے گا، مگر دونوں ڈاکٹروں نے ہاتھ لگانا مناسب نہ سمجھا۔ درد میں کمی تو آ گئی مگر سوجن بدستور رہی، چلنے میں دقت محسوس ہوتی تھی اور درد بھی۔ اگلے دن صبح کی نماز پڑھ کر گھر کی طرف لنگڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک پاکستانی نے پوچھا: ''کیوں لنگڑا رہے ہو۔'' وہ حاجی ملتان کا رہنے والا تھا، کہنے لگا جب تک انگلی اپنی جگہ پر نہیں جائے گی، اس وقت تک درد جائے گا اور نہ ہی سوجن میں کمی آئے گی۔ اس نے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ اس نے انگلی کو پکڑ کر ادھر ادھر گھمایا پھر زور سے کھینچا، جس سے شدید درد کی ٹیسیں اٹھیں مگر انگلی اپنی جگہ چلی گئی اور سیٹ ہو گئی۔ جس سے درد میں کمی آ گئی۔ اس دن میں نے دو طواف کیے اور اشراق پڑھ کر واپس آیا۔ گیارہ بجے کھانا کھایا اور حرمِ کعبہ کی طرف چل پڑا، ظہر اور عصر کے بعد طواف کیا اور مغرب کی نماز کے بعد مطاف سے باہر آ گیا۔ اور بابِ فہد کے سامنے بیٹھ گیا۔ ملک عثمان (جو ہمارا طالب علم ہے) کا غیر متوقع فون آ گیا۔ جس نے دعا کی، التجا کی اور خیریت پوچھی، گھر کے حالات پر ذرا سی گفتگو ہوئی، پھر مَیں نماز کی تیاری میں لگ گیا۔

آج چار جنوری ہے۔ حج میں صرف پانچ دن باقی ہیں، باہر سے سبھی حجاج آ چکے ہیں۔ مکہ کی گلیاں اور بازار بھرے ہوئے ہیں۔ کسی وقت بھی حرم کعبہ جاؤ تو کوئی جگہ خالی نہیں پاؤ گے، صبح چار بجے حرمِ کعبہ جاؤ تو جگہ مل جانے کی، امید ہو سکتی ہے، ورنہ صبح کی نماز دو کلومیٹر دور پڑھنا پڑے گی۔ میں صبح چار بجے حرم کعبہ جا رہا تھا کیا دیکھتا ہوں ایک عربی مانگنے والے ایک بچے کو ایک ریال دے رہا تھا، بس پھر کیا تھا، بہت سے مانگنے والے بچے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ سب کو ایک ایک ریال دیتا گیا۔ ایک بچی ریال لے کر دوڑتی ہوئی سڑک کی دوسری طرف گئی وہاں بیٹھے ہوئے بھکاری بچوں کو اطلاع دی۔ وہ بچے اور دیگر بھکاری بھی اس عربی کے گرد جمع ہو گئے۔ عربی کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ میں یہ تماشا دور تک دیکھتا گیا۔ آخر تنگ آ کر عربی نے سب بھکاریوں کو

دھتکار دیا۔

لوگ حرمِ کعبہ وضو گھر سے کر کے آتے ہیں کندھے پر جا نماز ہوتی ہے۔ بس جہاں جگہ ملی جانماز بچھائی اور نماز پڑھ لی۔ سڑک پر پہاڑ پر فٹ پاتھ پر۔ یہ لوگ جنت کے طالب ہیں اور دین کے شیدائی ہیں۔ ہر رنگ اور نسل کے لوگ ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔

پانچ جنوری کو حسب معمول صبح کی نماز پڑھ کر طواف کر کے اور اشراق سے فارغ ہو کر باب السلام کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے پشت باب السلام کی طرف کر لی تو سامنے مکہ شہر نظر آ رہا تھا جو کافی اونچائی کی طرف تھا۔ اُونچے پہاڑ پر مکانات خوب صورت منظر پیش کر رہے تھے۔

مختلف اقوام کی نفسیات

حرمِ کعبہ اور مسجد نبوی میں ہر قسم کے لوگ ملے تھے، ان کی اپنی اپنی نفسیات ہے۔ وضع قطع بھی مختلف، رنگ بھی مختلف اور عادات بھی جدا جدا۔ اللہ تعالیٰ نے آب و ہوا کے مطابق ہر خطے کے انسانوں کو تشکیل دیا ہے۔ گرم علاقے کے لوگ کالے رنگ والے سرد علاقے کے لوگ سفید رنگ کے اور معتدل آب و ہوا کے لوگ گندمی، ہر رنگ میں اپنی جاذبیت ہے۔ وہ اپنے ماحول کے مطابق خوب بلکہ خوب تر ہے۔

حبشی

حبشی یا افریقی اپنی وضع قطع میں عجیب ہیں۔ رنگ کالا جسم فربہ، قد لمبا، عورتیں اور مرد ایک جیسے قد کاٹھ کے۔ جلد چکنی مگر مضبوط۔ اگرچہ وہ کالے ہیں مگر ان کے اس کالے پن میں یک گونہ جاذبیت بھی ہے۔ مرد اور عورتیں موٹی چھینٹ کے کپڑے ایک ہی رنگ اور ایک ہی قسم کے لمبے لمبے کرتے پہنے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں موٹے موٹے دانوں والی تسبیح ہوتی تھی۔ جس پر وہ ذکر کرتے۔ تسبیح کو بھی وہ سجا لیتے تھے۔ مدینہ میں ہماری رہائش کے سامنے ان کی رہائش تھی۔ ایک

ہی ہوٹل میں کھانا کھانے کے لیے جانا ہوتا تھا۔ ہم دیکھتے کہ حبشی عورتیں اور مرد کھانا کھا رہے ہوتے تھے۔ ایک مرغی بمشکل ایک مرد یا عورت کے لیے کافی ہوتی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے رغبت سے کھاتے دکھائی دیتے تھے۔ روٹی سے زیادہ چاول پسند کرتے تھے۔ جب کہ ہم گروپ کے نو لوگ ایک مرغی پر گزارہ کر لیتے تھے۔ ایک روز میں نے حرم کعبہ میں ایک حبشی کے ہاتھ میں کتاب دیکھی۔ جو کافی بڑی تھی اس پر حروف بھی بڑے بڑے تھے۔ افریقہ کی موجودہ نسل کچھ ماڈرن ہو رہی ہے رنگ میں فرق پڑتا جا رہا ہے۔ یا شاید میک اپ کا اثر ہو۔ ہاں ان کے نوجوان طبقہ کے ہاتھ میں موبائل فون ضرور ہوتا ہے اور کچھ کپڑے بھی ماڈرن پہننے کا رواج عام ہو رہا ہے۔

انڈونیشئن

کثیر تعداد میں جس ملک کے لوگ حج کرنے آتے ہیں وہ انڈونیشیا ہے۔ ان کی نفسیات دل چسپ ہے یہ نہایت نفیس لوگ ہیں اور نفیس کپڑا زیب تن کرتے ہیں۔ ان کا لباس نہایت صاف ستھرا اور نفیس ہوتا ہے۔ ایک سا لباس سبھی پہنتے ہیں، مثلاً شرٹ، پینٹ، اور پینٹ کے اوپر دھوتی، کندھے پر خاص انڈونیشین رومال اور اسی قسم کی انڈونیشین ٹوپی سر پر۔ قدرت نے ان کا سائز بھی ایک جیسا بنایا ہے۔ ایک جیسا حلیہ، ایک جیسا رنگ، ایک جیسی ناک یعنی ستواں...... ہاں عورتوں کا لباس مردوں سے مختلف مگر عورتوں کا لباس ایک جیسا اور مردوں کا بھی ایک جیسا۔ سبھی کا ایک ہی رنگ کا جوڑا ہوتا۔ زیادہ تر پیلا رومال اُن کی گردن کے گرد لپٹا ہوا ہوتا تھا جو کہ تکونی شکل کا دکھائی دیتا تھا۔ وہ بڑی شان سے آتے تھے اور شان سے جاتے تھے۔ آپ اگر ان کی پہچان کرنا چاہیں تو شاید نہ کر سکیں۔ کیوں کہ ان کے حلیے میں بہت زیادہ مطابقت تھی۔ مسجد نبوی ہو یا حرم کعبہ وہ ایک گروپ کی شکل میں آتے تھے اور اپنے لیڈر کی پیروی ان پر لازم تھی۔ ان میں سے کچھ انگریزی بول سکتے تھے۔ مگر ان کے اور ہمارے لہجے میں بڑا فرق تھا۔ مثلاً اگر ہم لفظ (Lovely) بولیں تو وہ (Lobly) بولیں گے۔ ''ٹی'' کی جگہ ''تی'' بولتے تھے۔ ایک دن میں بابِ فہد کے سامنے اشراق

پڑھ رہا تھا۔ میں دنے اپنے سامنے ایک انڈونیشئن جوڑا دیکھا جو ناشتا کر رہا تھا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ان کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرانے لگے اور مجھے ایک شاپر بطورِ تحفہ پیش کیا۔ بطور تحفہ جس میں ایک عدد جوس کا ڈبا تھا اس کا ذائقہ نیم میٹھا تھا اور نہایت لذیذ تھا۔ ایک چھوٹے سے پیکٹ میں تین عدد ٹافیاں تھیں وہ بھی بے خوش ذائقہ۔ ایک چھوٹے سے پیکٹ میں ایک اور نرم و نازک چیز تھی میٹھی میٹھی شاید ان کا حلوا تھا۔

اِیرانی

ایرانی لوگ بھی حج کے لیے زیادہ تر گروپ کی صورت میں جاتے ہیں۔ ہر گروپ کا لباس الگ، سبھی ایک لیڈر کے پیچھے چلتے ہیں اور لیڈر کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا جھنڈا ہونا ضروری ہے لیڈر بلند آواز سے دعا کہلواتا اور پورا گروپ اس کی پیروی میں آہستہ آہستہ اس دعا کو دہراتا۔ طوافِ کعبہ کے دوران میں مَیں نے انھیں بلند آواز سے ''علی ولی اللّٰہ'' کہتے بھی سنا۔ اس وقت مطاف میں پاکستانی، ہندوستانی، بنگلا دیشی اور افریقی غرض ہر ملک کے حاجی موجود تھے۔

عورتوں کی نفسیات

عورتوں کی نفسیات ہر جگہ، ہر ملک، ہر براعظم میں تقریباً ایک جیسی ہے۔ بناؤ سنگھار ازل سے ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ یہ چیزیں حبشی عورتوں میں بھی بدرجہ اتم موجود تھیں۔ میں حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ میرے سامنے والی صف میں حبشی عورتیں صف باندھے نماز پڑھ رہی تھیں۔ نماز سے فارغ ہو کر مَیں نے دیکھا تو سامنے حبشی عورت کے پاؤں نظر آئے۔ وہ کالے رنگ کے تو تھے ہی مگر غور سے دیکھا تو ان پر کالی منہدی کی ایک اور تہ جمی ہوئی تھی جو کم از کم مجھے تو بھدی محسوس ہو رہی تھی مگر شاید ان کے لیے جاذب ہو۔ مَیں نے بازار میں موٹے موٹے گجرے دکانوں میں سجے ہوئے دیکھے اور بعض خوانچہ فروشوں کے پاس بھی دیکھے، مَیں اکثر سوچتا کہ یہ بدنما گجرے کون

خریدتا ہوگا۔ایک دن میں نے حبشی عورتوں کو یہ گجرے مہنگے داموں خریدتے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ دکان دار نے یہ مال کیوں سجا رکھا ہے۔ایک دن میں نے طواف کیا اور بابِ فہد کی طرف سے باہر جانے لگا تو دیکھا کہ مطاف میں ایک حبشی کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سویا ہوا ہے اسے نماز کے لیے جگایا گیا۔مَیں سوچنے لگا کہ پاکستان میں کوئی شخص مغرب کی طرف ٹانگیں کر کے بیٹھے یا سوئے تو مسلمان اسے بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ حوصلے تو کعبہ اور کعبہ کے مکینوں کے ہیں جو ایسے لوگوں کو بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ کعبہ کو قیامت کے قریب ایک چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی ہی گرائے گا۔

حادثہ

ظہر کی نماز کے بعد مَیں طواف میں مصروف تھا کہ مکہ کے اوپر ایک پرانا سا ہیلی کاپٹر اڑتے ہوئے دیکھا۔ جس کا میں نے کوئی نوٹس نہ لیا۔عشا کی نماز پڑھ کر جب گھر پہنچا تو ساتھیوں نے پہاڑی کے دامن میں کعبہ کے قریب پرانی عمارت گرنے کی خبر سنائی۔ میں نے انھیں بتایا کہ مجھے تو حرم کعبہ میں بالکل علم نہ ہو سکا۔انھوں نے مزید بتایا کہ یہ خبر ریڈیو پاکستان نے بھی نشر کی ہے کہ کئی معصوم لوگ عمارت کے نیچے دب کر ہلاک ہو گئے ہیں۔اس لیے پاکستان سے خیریت پوچھنے کے کئی فون آ چکے ہیں۔

چھے جنوری جمعہ کا دن تھا۔صبح جلد ہی حرم کعبہ پہنچا۔حسبِ سابق معمولات ادا کیے۔نمازِ فجر، طواف اور اشراق پڑھ کر گھر آیا۔ناشتا کیا پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد گیارہ بجے گھر سے نکلا حرم کعبہ بھر چکا تھا۔تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ میں نے سوچا مجھے دس بجے گھر سے نکلنا چاہیے تھا۔پھر سوچا دس بجے سے دو بجے بعد دوپہر تک وضو کس طرح رہتا،خوش تو میں تھا ہی مگر میں نے خوراک میں بے حد کمی کر دی تھی صبح اشراق کے بعد ایک روٹی پھر عشا کے بعد ایک آدھ روٹی وہ بھی رُوکھی سوکھی جب تک حاجت نہ ہو، پھر بھی دو تین گھنٹے وضو کا رہنا مشکل تھا۔سڑکوں پر لوگ جائے نماز

بچھا کر بیٹھے ذکر کر رہے تھے۔ میرے پاس جانماز نہ تھی میں نے قریبی دکان سے جانماز خریدی اسے سڑک پر جہاں جگہ ملی بچھا کر نماز کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ جمعہ کے بعد قیامت کا منظر تھا مجھے حرم کعبہ جانا تھا، داخلہ کے لیے ایک گھنٹا انتظار کرنا پڑا، کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ واپس جانے والے دوانچ سے زیادہ چل نہیں سکتے تھے۔ دکان دار برآمدوں سے حاجیوں کو باہر دھکیل رہے تھے۔ ان کا لہجہ بڑا کرخت تھا، وہ ان پردیسی حاجیوں کو برآمدوں میں بھی کھڑا ہونے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ کیوں کہ اس طرح ان کی دکان داری متاثر ہوتی تھی۔ بوڑھے آدمی اور بوڑھی عورتیں اکھڑی اکھڑی سانس لے رہے تھے۔ میں کوشش بسیار کے باوجود مطاف میں داخل نہ ہو سکا۔ البتہ بابِ فتح کے سامنے بیٹھ کر ذکر کرنے لگا۔ نماز عصر سے قبل جب میں دوبارہ وضو کرنے گیا تو مزید ایک گھنٹا قطار میں کھڑا ہونا پڑا۔

لٹل حاجی

واپس آ کر بابِ فہد کے سامنے بیٹھ گیا اور عصر کی نماز کا انتظار کرنے لگا۔ میرے قریب سے ایک بچہ گزرا جو پاکستانی لگتا تھا۔ مَیں نے اسے پیار سے اپنے پاس بلایا، اس نے احرام باندھ رکھا تھا، میں نے اس سے نام پوچھا تو اس نے شہریار بتایا، میں نے اسے لٹل حاجی کہا تو وہ مسکرانے لگا۔ اس کا تعلق کراچی سے تھا۔ میرے پیچھے صف میں اس کے ابو اور امی بیٹھے تھے وہ ان کے لیے قرآن لینے گیا تھا۔ قرآن بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔ میری گفتگو سن کر اس کے ابا اور امی بھی خوش ہوئے۔

اگلے دن عامر سہیل کا فون آیا وہ ہمارا عزیز ہے جو سعودی عرب میں کسی جگہ کام کرتا ہے۔ اس نے ہمیں بتایا کہ وہ ہمیں ملنے آ رہا ہے میں اس کا بابِ فہد کے سامنے انتظار کروں۔ دو گھنٹے انتظار کے بعد اس کا دوبارہ فون آیا کہ مجھے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں مل رہی۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ دوپہر کو مرزا عباسی آیا وہ بھی ہمارا عزیز شاگرد ہے اور اپنے شہر کا باسی۔ وہ مکہ کے قریب کسی فرم میں کام کرتا ہے۔ وہ ہمارے لیے دوپہر کا کھانا لایا جو کافی پر تکلف تھا۔ اس نے ہمیں اپنی

ملازمت اور رہائش کی تفصیلات بتائیں۔ اس کے بعد میں حرم کعبہ کی طرف چلا مگر گلیاں بازار بھر چکے تھے لوگ سڑکوں پر جا نماز بچھا کر نماز ادا کر رہے تھے میں نے بھی نماز ظہر حرم کعبہ سے ایک میل دُور امامِ کعبہ کے پیچھے پڑھی۔ ہمارے پیچھے بھی دور تک صفیں تھیں۔ وہاں سے حرم کی طرف چل پڑا۔ بابِ فہد کے سامنے بیٹھ کر ذکر کرنے لگا۔ میرے سامنے سے انڈونیشین حاجی گزر رہے تھے۔ ایک بچی دس گیارہ سال کی گزری میں نے اسے بلایا وہ اپنی زبان میں کچھ گنگنانے لگی۔ میں نے بچی کو پیار کیا۔ انڈونیشئن میری اس حرکت پر خوش ہوئے اور بچی بھی۔

منیٰ کو روانگی

سات جنوری کو ہمیں حج کا پروگرام پرنٹ شدہ دے دیا گیا۔ شام ہی کو ''منیٰ'' کی تیاری کا حکم ہوا۔ عشا کی نماز حرمِ کعبہ میں پڑھی پھر گھر جا کر بس کا انتظار کرنے لگے۔ انتظار کی گھڑیاں طویل ہو گئیں، تو ہم سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو ڈیڑھ بج رہا تھا۔ باقی مکتب کے لوگ جا چکے تھے ہم تین بجے بس میں بیٹھے جس نے ہمیں آدھ گھنٹے بعد مکتب ۷۵ کے خیمہ نمبر ۳۱ گلی نمبر ا کے سامنے اُتار دیا۔ ہم نے خیمہ میں اپنا سامان رکھا، تہجد کی نماز پڑھی، اتباعِ سُنّت میں سونے کی کوشش کی مگر نیند نہ آئی پھر ہم فجر کی نماز پڑھ کر سوئے۔ آٹھ جنوری (یعنی آٹھ ذی الحجہ) کو ہمیں پورا دن ''منیٰ'' میں ٹھہرنا تھا۔ مَیں آٹھ بجے کے قریب خیمہ سے نکلا تا کہ کھانا لاؤں، باہر حبشی روٹیاں اور سالن لے کر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے قیمت پوچھی تو دس ریال کا ایک پیک، میں ایک طرف چلنے لگا، راستے میں اس طرح کے کئی لوگ روٹی سالن بیچ رہے تھے ہر ایک سے ریٹ پوچھتا، ہر ایک کا ریٹ مختلف تھا۔ سات ریال سے دس ریال تک۔ میں نے سات ریال والے سے ایک پیک لیا، اس نے تین کی بجائے دو روٹیاں دیں، مَیں نے اسے ہی غنیمت سمجھا۔ ایک روٹی میں نے اور ایک رانی نے کھالی۔

خیمہ چھوٹا تھا جس کے نیچے قالین بچھا ہوا تھا، درمیان میں پردہ لگا ہوا تھا، ایک حصہ عورتوں کے لیے اور دوسرا حصہ مردوں کے لیے تھا اس خیمے میں بیالیس لوگوں کے ٹھہرنے کی گنجائش تھی

(اکیس خواتین اور اکیس مرد) مگر خیمے میں اکیس مرد یا عورتیں سو نہیں سکتی تھیں ہم نے بڑی مشکل سے گزارا کیا، ہم تین مرد تو بیٹھ کر ہی گزارا کرتے رہے اور اونگھتے رہے، خیمے میں ایک صاحب سے تعارف ہوا وہ بھی ہمارے خیمے میں ٹھہرنے والا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اس وقت برطانیہ میں مقیم ہے۔ ہمارے علاقے میں پیدا ہوا جوان ہوا وہ ہمارے بزرگوں میں سے بہت سوں کے نام جانتا تھا، وہ پھلروان ہی میں جوان ہوا تھا اس لیے پھلروان کے بیش تر لوگوں کے ناموں سے واقف تھا، وہ پھلروان کے نواحی علاقے مثلاً دھوری، برگن، میانہ گوندل، رتو کالا، میلووال، بجن گڑھ وغیرہ۔ یعنی ہر گاؤں میں سے کچھ لوگوں کے نام اور کام جانتا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے ابو کا نام مستری ''عبدالغنی'' تھا، جو اس علاقے میں اینٹوں کے بھٹے لگا کر روزی کماتا تھا، بہت آسودہ زندگی گزارتا تھا، مجھے اس سے دل چسپی ہوگئی، وہ میری عمر کا تھا، مگر پہلے کبھی پھلروان میں اس سے تعارف نہیں ہوا تھا۔ اس سے گزشتہ زمانے پر خوب گفتگو ہوئی۔ اس نے بتایا کہ وہ برطانیہ کے ایک پوش علاقے میں رہتا ہے۔ وہاں اس کا اپنا گھر ہے اسے برطانیہ کی شہریت مل چکی ہے اس کے بچے اب برطانیہ کے شہری ہیں۔ اس نے مزید بتایا کہ وہ جس علاقے میں رہتا ہے وہاں ۳۵ مسجدیں ہیں اس نے یہ بھی بتایا کہ میرے بیٹے اور پوتے حافظِ قرآن ہیں، برطانیہ کی ان مسجدوں میں حفظ القرآن اور دینی کتب کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس کے بعد اس نے آہ بھر کر یورپی تہذیب کا ذکر کیا۔ جس سے ہمارے پاکستانی بہت متاثر ہو رہے ہیں۔ بچے بچیوں کا بے حجابانہ ملنا ہمارے لیے پریشان کن ہے۔ بے شک دولت ہے، عزت ہے، قانونی تحفظ ہے مگر عورتوں اور مردوں کے بے حجابانہ تعلقات ایک مسئلہ ہے۔ جو اخلاقی بدحالی کا باعث ہے۔ ایک دوسرے شاہ صاحب (نام تو یاد نہیں) نے بتایا کہ میرا صاحب زادہ جو دسویں جماعت کا طالب علم ہے'' ایک دن ایک لڑکی ساتھ لایا میں نے اسے منع کیا اور کہا کہ وہ اس لڑکی کو اپنے گھر چھوڑ آئے۔ تو وہ کہنے لگا کیوں یہ تو میرا قانونی حق ہے، میں خاموش ہو گیا، بھلا اور کیا کر سکتا تھا۔

آٹھ ذی الحجہ یعنی آٹھ جنوری کا سارا دن منٰی میں گھومنے پھرنے اور ذکر اذکار میں گزرا۔ خیموں کے ساتھ لیٹرینیں بھی بنائی گئی تھیں۔ کچھ جگہ درمیان میں خالی رکھی گئی تھی، جہاں قالین بچھایا گیا تھا۔ وہ جگہ نماز کے لیے مختص تھی جہاں ہم نے ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں باجماعت ادا کیں۔ اس کے علاوہ ایک خیمہ بطورِ کچن استعمال کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ جہاں گیس والا چولھا بھی میسر تھا اگر آپ چاہیں تو کھانا پکا سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ایک کھلی جگہ تھی وہاں لنگر خانہ بنایا گیا تھا، جہاں سرکاری یعنی مکتب کا کھانا پکایا جاتا تھا، مگر وہاں سے کھانا لینا مشکل تھا۔ رش کی وجہ سے صرف جوان آدمی ہی لے سکتا تھا۔ ہم جیسے بوڑھوں کی وہاں رسائی مشکل تھی، میں ظہر کے بعد خیمہ سے دوبارہ باہر گیا دو کپ چائے لایا اور ایک عدد کیک بھی جس کا آدھا حصہ میں نے کھایا اور آدھا اہلیہ نے کھایا، مکہ کا یہ کیک پاکستانی کیک سے خاصا بڑا ہوتا ہے اور خوش ذائقہ بھی۔ ناشتا کے لیے ایک کیک کافی ہوتا ہے۔ عصر اور مغرب کی نمازیں خیمہ کے ساتھ نماز کے لیے مقررہ جگہ پر پڑھیں۔ عشا کی نماز خیمہ کے اندر جماعت کروا کر پڑھی۔ یوں ہم نے دن منٰی میں گزارا۔

وقوفِ عرفات

ہم آٹھ ذی الحجہ کا دن منٰی میں گزار کر رات ذکر اذکار میں مشغول ہو گئے اور دس بجے سونے کی تیاری کر رہی رہے تھے کہ مکتب والے آوازیں لگانے لگے۔ اٹھو عرفات چلو، بہت سارے لوگ چلے گئے۔ مگر ہم سوئے رہے اور صبح کی نماز پڑھ کر خیمے سے باہر آئے تو بس کھڑی تھی ہمارا پورا گروپ اس میں سوار ہو گیا۔ جب بس بھر گئی تو چل پڑی آدھ گھنٹا بعد ہم وادئ عرفات کے آخری کونے میں اتار دیے گئے۔ وادی عرفات ایک وسیع وادی ہے چاروں طرف اونچے پہاڑ ہیں۔ وادی میں ہر جگہ خیمے نصب تھے ہم ایک خیمے میں چلے گئے۔ جو ہمارے قریب تھا۔ کبھی یہ پہاڑی خشک تھی مگر اب اس میں انسانی کاوش سے سبزہ اور نیم کے درخت اگائے گئے ہیں۔ جنھیں باقاعدہ

پانی دینے کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ وادی میں جگہ جگہ ٹھنڈے پانی کے کولر لگے ہوئے ہیں جگہ جگہ لیٹرینیں بھی بنائی گئی ہیں، سڑکیں کھلی اور کثیر تعداد میں ہیں۔

وادیٔ عرفات میں بے شمار لوگ سما سکتے ہیں۔ وقوفِ عرفات حج کا دوسرا بڑا رکن ہے۔ جب ہم عرفات جا رہے تھے تو منیٰ سے بے شمار لوگ اتباعِ سُنّت میں عرفات کی طرف پیدل چل رہے تھے۔ جن میں عورتیں، مرد، بوڑھے، اور جوان بھی تھے۔ بعض تو عصا کے سہارے چل رہے تھے۔

ہم جس خیمے میں ٹھہرے وہ شاید وادیٔ عرفات کے آخری کنارے پر تھا۔ ہم نے اپنے ہینڈ بیگ ایک طرف رکھے سب سے پہلے نوافل پڑھے۔ پھر ذکر اذکار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں ایک ایک شاپر پیش کیا گیا جس میں ایک عدد بن ایک چھوٹا سا ڈبا بسکٹ اور ایک عدد جوس نیز ایک سنگترہ بھی تھا۔ حبشی تاجر مرد اور عورتیں یہاں بھی موجود تھیں جو جانماز، مسواک اور تسبیحیں بیچ رہے تھے۔ چائے اور سوفٹ مشروب بھی یہاں بیچا جا رہا تھا۔ میں نو بجے کے قریب خیمہ سے نکلا اور قریبی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اب ساری وادی میری آنکھوں کے سامنے تھی۔ میرے سامنے ''جبلِ رحمت'' تھا۔ کہتے ہیں کہ اس پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ یہ ہم سے کافی دور تھا۔ اس پر لوگ چڑھ رہے تھے مگر ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے سفید بادل ہوا میں تیر رہے ہوں۔ یا روئی کے گالے اڑ رہے ہوں اور یہاں آ کر اٹک گئے ہوں۔

خیر البشر

جس پہاڑی پر مَیں کھڑا تھا وہاں ایک اور آدمی بھی میرے ساتھ تھا۔ جو خوب صورت انگریزی بولتا تھا اور عربی میں بھی گفتگو کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے انگریزی میں گفتگو شروع کی اُس نے اپنا نام ''خیر البشر'' بتایا۔ دورانِ گفتگو میں اس نے یہ بھی بتایا کہ عرب لوگ اس کے نام کی وجہ سے اس کی بہت عزت کرتے ہیں۔ اس نے مزید بتایا کہ وہ بنگلا دیش کا باشندہ ہے اور کئی سالوں سے سرزمین عرب میں بسلسلہ کاروبار مقیم ہے۔ اس کی والدہ بھی اس کے ساتھ ہی رہتی

ہیں۔اس نے بڑے دُکھ اور کرب کا اظہار کیا کہ کچھ عرصہ قبل ہم ایک ہی ملک کے باسی تھے مگر اب ہم دو مختلف مسلم ممالک کے باشندے ہیں، مَیں بنگلا دیشی ہوں اور آپ پاکستانی۔ جب کہ کچھ عرصہ پہلے ہم دونوں پاکستانی کہلاتے تھے۔اس نے یہ بھی بتایا کہ سامنے نظر آنے والی پہاڑی جس کا نام ''جبل رحمت'' ہے، پر حضرت آدم کی حوا سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہیں ان کی توبہ قبول ہوئی اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے زمین پر زندگی کی ابتدا ہوئی (واللہ اعلم بالصواب) کافی دیر گفتگو کے بعد میں واپس خیمہ میں آ گیا۔

ساڑھے بارہ بجے مَیں دوبارہ وضو کرنے نکلا۔ تقاضے سے فارغ ہو کر وضو کیا تو ایک بج گیا تھا خطبہ حج شروع ہو چکا تھا۔ مَیں نے خیمہ میں اپنے دوستوں کو بتایا وہ بھی خیمہ سے باہر نکل آئے۔ پہاڑی پر بیٹھ کر ہم نے خطبہٗ حج سنا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں خیمے کے اندر باجماعت پڑھیں۔ بارہ بجے کے بعد تمام خیموں میں حاجیوں کے کھانا تقسیم کیا گیا۔ جہاں کوئی حاجی بیٹھا تھا اسے وہیں ایک ایک پیک کھانے کا دیا گیا، جس میں پلاؤ، مرغ کا پیس اور پلاسٹک کا چمچ بھی تھا۔ جو ایک آدمی کے لیے کافی تھا۔ میں حیران تھا کہ پندرہ منٹ میں اتنے بڑے مجمع کو کیسے کھانا تقسیم کیا گیا ہے۔ نہ کوئی شور ہوا نہ کسی کو تکلیف محسوس ہوئی۔ میں نے کہا اللہ تو واقعی رزاق ہے۔

نمازِ عصر کے بعد ہمارے خیمے کے سامنے ایک مولوی صاحب رو رو کر دعا کر رہے تھے جس کے گرد ہزارہا آدمی کھڑے آمین، آمین کہہ رہے تھے۔ سب کے دل پوری طرح متوجہ تھے ان کی آنکھیں پرنم تھیں۔ ان کی یہ گریہ زاری اور درد بھری دعا اور رونے کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی۔ وہ پاکستان کی سلامتی کے لیے بھی دعا مانگ رہے تھے۔ میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ دیر تک اس وارفتگی کی حالت میں پرنم آنکھوں سے اس دعا میں شامل رہا جب سورج غروب ہونے کو تھا تو میرے ساتھی نے مجھے تلاش کر کے بلایا کہ آؤ چلیں میں بادلِ نخواستہ ان کے ساتھ جا کر مکتب نمبر ۵۷ کی بس تلاش کرنے لگا۔ قریب ہی مکتب نمبر ۵۷ کی بہت سی بسیں کھڑی تھیں ہم ان میں سے ایک میں بیٹھ گئے۔

ایک واقعہ

وقوفِ عرفات کے دوران میں ہم اپنے خیمے میں بیٹھے ذکر اذکار میں مصروف تھے کہ ایک عورت آئی اس نے کہا میں وضو کرنے اپنے خیمہ سے نکلی تھی مگر خیمہ بھول گئی ہوں۔ اب مجھے اپنا خیمہ نہیں مل رہا۔ میں نے پوچھا تمھارے ساتھ اور کون ہے اس نے بتایا کہ میرا خاوند ہم دونوں لیٹرین جانے کے لیے خیمہ سے نکلے تھے، مگر اب ہمیں اپنا خیمہ اور اپنی جگہ نہیں مل رہی اس نے یہ بھی بتایا کہ میرا سامان بھی وہاں ہے جو میں دو عورتوں کے حوالے کر کے آئی ہوں، ان عورتوں کے ساتھ ان کے خاوند بھی ہیں مگر اب مجھے وہ عورتیں مل رہی ہیں نہ سامان۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں کی رہنے والی ہے اس نے بتایا کہ وہ چکوال کے ایک گاؤں کی رہنے والی ہے۔ میں نے ایک نوجوان لڑکے کو ساتھ بھیجا کہ اس کا خیمہ اسے تلاش کر دے۔ وہ بوڑھی عورت تھی گھبرا گئی تھی، کبھی رونے لگتی اور بات بھی اٹک اٹک کر کرنے لگی۔ لڑکے کو ساتھ لے کر وہ چلی گئی اور قدرے مطمئن ہو گئی تھی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ جب ہم خطبہ سن کر واپس آئے تو وہ عورت پھر آ گئی اب تو اس کا برا حال تھا۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپک رہے تھے، بال بکھرے ہوئے پسینے میں شرابور، کہنے لگی میری تو کوئی اولاد بھی نہیں ہے ہم تو میاں بیوی تنہا ہیں۔ ہمارے پاس جو سامان تھا وہ بھی کھو گیا ہائے میں کیا کروں؟ اب اس کا خاوند بھی اس سے کھو چکا تھا۔ میں نے اس نوجوان آدمی سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ مَیں نے کوشش تو بہت کی ہے مگر اس کا خیمہ ملا ہے نہ اس کا سامان۔ اب خاوند کے بچھڑ جانے سے وہ اور بھی پریشان تھی۔ یوں لگتا تھا کہ کوئی دم اس کی جان نکل جائے گی۔ میں اٹھا، بسم اللہ پڑھی اور دعا کر کے اس کے ساتھ ہو گیا، پہلے ایک جگہ اس کا خاوند مل گیا وہ بھی بے حد پریشان تھا، میں نے اسے ساتھیوں کے پاس بٹھا دیا اور انھیں ہدایت کی کہ اسے کہیں نہ جانے دیں، پھر میں بوڑھی عورت کو ساتھ لے کر چل پڑا۔

مَیں نے دوبارہ عورتوں کا حلیہ پوچھا جن کے حوالے وہ اپنا سامان کر کے گئی تھی تو بڑھیا نے

عورتوں کا حلیہ اور جس رنگ کے کپڑے انھوں نے پہنے ہوئے تھے بتائے اور ان کے مردوں کا حلیہ بھی بتایا۔ میں نے انھیں تلاش کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک خیمے میں جاتا ایک کونے میں بلند آواز سے کہتا کہ یہ عورت بھول گئی ہے اس کے ساتھی کہاں ہیں؟ پھر دوسرے کونے میں یہی آواز لگاتا اسی طرح چاروں کونوں میں آوازیں لگائیں مگر کوئی جواب نہ ملا تو پھر دوسرے خیمے میں چلا گیا وہاں بھی ایسی ہی آوازیں لگائیں مگر لاحاصل۔ تیسرے خیمے میں پہنچا وہاں جب میں نے آواز لگائی تو وہ عورتیں بیٹھی تھیں وہ دوڑ کر آ گئیں، کہنے لگیں مائی! ہم تیرا کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہیں تو کہاں چلی گئی تھی؟

بڑھیا نے جب انھیں دیکھا تو بے حد خوش ہوئی۔ مَیں نے اتنی خوشی زندگی میں پہلی بار دیکھی وہ بے اختیاری کیفیت میں چلی گئی۔ میرے سر کو چومنے لگی۔ میں اسے اس کے خاوند کے پاس لے گیا۔ وہ بھی بے حد خوش ہوا میں اُن کے ساتھ گیا اور انھیں خیمے تک چھوڑ آیا۔ بوڑھی کہنے لگی میں آپ کو کچھ کھلانا چاہتی ہوں، مگر مَیں نہ مانا۔ میں نے کہا: ”مائی! اللہ تیرا بھلا کرے میرے لیے دُعا کر دینا۔“

مجھے جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے تو دل میں سکون کی ایک لہر پیدا ہوتی ہے ساتھ ہی مجھے وہ پرانا واقعہ یاد آ جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ایک آدمی جنگل میں سفر کر رہا تھا جس کے پاس ایک گدھا تھا۔ اس پر کھانے پینے کا سامان تھا۔ ایک جگہ وہ تھک ہار کر آرام کرنے لگا اور زمین پر لیٹ گیا۔ جب وہ سو کر اٹھا تو گدھا غائب تھا۔ وہ ادھر ادھر گدھے کی تلاش میں دوڑا مگر گدھا نہ ملا۔ اسے بھوک اور پیاس ستا رہی تھی وہ زندگی سے مایوس ہو گیا اور زمین پر لیٹ کر موت کا انتظار کرنے لگا اور آنکھیں بند کر لیں کہ اب تو کوئی دم موت آیا چاہتی ہے، تھوڑی دیر بعد اس نے بے بسی میں آنکھیں کھولیں تو اس کا گدھا سامنے کھڑا تھا۔ وہ اس قدر خوش ہوا کہ بے اختیار اس کے منہ سے نکلا واہ اللہ! ”تُو میرا بندہ میں تیرا ربّ“ بس ایسی ہی کیفیت تھی اس عورت کی۔ خوشی کے مارے اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی، بس دعائیں ہی دیے جا رہی تھی۔ اس عورت کی کیفیت

لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا صرف محسوس کرتا ہوں۔ یہ واقعہ میری زندگی کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے۔ شاید میری بخشش کا سبب بھی ہو۔

عرفات سے مزدلفہ کا سفر

وقوفِ عرفات صبح سے شام تک ہوتا ہے۔ مغرب کی نماز عرفات میں پڑھنے کا حکم نہیں ہے۔ غروبِ آفتاب کے وقت عرفات میں ایک گولا چلایا جاتا ہے جس سے تمام لوگ حرکت میں آ جاتے ہیں اور مزدلفہ کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ کچھ پیدل چلتے ہیں اور کچھ بسوں پر سوار ہو کر۔ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ ہم مغرب کے وقت بسوں میں بیٹھ گئے تو یوں ہی گولے کی آواز آئی۔ بس حرکت میں آ گئی۔ بس میں رانی، رخسانہ اور انور کی طبیعت خراب ہو گئی۔ یہ تین چار کلومیٹر کا سفر طویل ہوتا گیا۔ ہم شام چھ بجے بس میں بیٹھے تھے اور صبح چار بجے مزدلفہ پہنچے۔ بسوں کا طویل سلسلہ تھا۔ ہر قدم پر رُکاوٹ، پولیس کا نظام معطل تھا، اگر پولیس والے معمولی سی توجہ دیتے تو سارا نظام دُرست ہو سکتا تھا۔ مزدلفہ پہنچ کر ہم نے مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھیں۔ رات بھر ہم نے وادی عرفات سے مزدلفہ کی طرف سفر کیا، یہ سفر بھی عجیب تھا۔ تھکا دینے والا بے خود کر دینے والا، نہ ہم کھڑے تھے اور نہ چل رہے تھے، بس ایک بڑی لاری میں بیٹھے اونگھ رہے تھے، یا بس والوں کو کوس رہے تھے۔ ہم بس میں سوار تھے، جب کہ کچھ لوگ ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ ان کا چاندنی رات میں چلنا بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ جی چاہتا تھا کہ میں بھی ان پیدل چلنے والوں میں شامل ہو جاؤں مگر خواتین کا کیا کرتا؟ مرد بھی چل رہے تھے ان کے ساتھ ان کی خواتین بھی چل رہی تھیں ایک حاجی صاحب نے سامان پیٹھ پر اٹھا رکھا تھا اور لاٹھی کے سہارے تیز تیز چل رہا تھا۔ ایک دوسرا حاجی آہستہ آہستہ چل رہا تھا، کچھ عورتیں اپنے مردوں کے ساتھ خوشی خوشی چل رہی تھیں کچھ لوگ قافلوں کی شکل میں تھے، کچھ اکیلے اکیلے اور کچھ دو دو تین تین۔

ہم مزدلفہ کی حدود میں پہنچ گئے۔ ایک مناسب جگہ پر ہم بس سے اتر گئے۔ وہاں کچھ لوگ

کنکریاں جمع کر رہے تھے جو صبح انھوں نے شیطانوں کو مارنا تھیں۔ کچھ دعا میں مشغول تھے، کچھ نوافل پڑھ رہے تھے۔ ہم نے بھی ایک جگہ سے کنکریاں اکٹھی کیں اور ایک مناسب جگہ پر کپڑا بچھا کر بیٹھ گئے۔ ابھی صبح کی نماز میں ایک گھنٹا باقی تھا، ہم نے ذکر اور نوافل پڑھنے میں یہ وقت گزار دیا۔

راستے میں ہم نے نہر زبیدہ بھی دیکھی یہ نہر اب خشک پڑی ہے، کہتے ہیں یہ نہر عباسی بادشاہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے کھدوائی تھی تا کہ وادی عرفات، مزدلفہ، مِنٰی اور مکہ میں پانی کی قلت کو دُور کیا جا سکے، مولانا ابوالکلام آزاد کے والد محترم نے دوبارہ عرب ممالک سے فنڈ زا کٹھا کر کے اس کی مرمت کروائی تھی مگر اب یہ دوبارہ خشک ہو چکی ہے۔ اب کوئی اور اللہ کا بندہ نہر کی مرمت کروادے تو پھر کیا کہنا۔

نہر کے کنارے ہر جگہ انسانوں کا جمِ غفیر تھا۔ ہر ایک اپنی عبادت، دعا، ذکر وغیرہ میں مشغول تھا۔ کچھ لوگ تھک کر کپڑے بچھا کر لیٹے ہوئے تھے۔ پورا مزدلفہ روشنیوں سے پُر تھا۔ رات کو دن کا گمان ہوتا تھا۔ مزدلفہ میں بھی تجارت کا بازار گرم تھا۔ کھانے کی اشیا مثلاً کیک، سموسے، پھل جیسے مالٹا، کیلا، سیب سبھی چیزیں ریڑھیوں پر فروخت ہو رہی تھیں، اس کے علاوہ آپ تسبیحیں اور رومال بھی خرید سکتے تھے۔ مگر ذرا مہنگے داموں، مثلاً چائے ایک ریال کی بجائے دو ریال کی تاجر زیادہ تر حبشی ہی تھے، جو سخت جان قوی اور توانا تھے ہر جگہ ریڑھیاں لگا کر بیٹھے تھے۔ نہ تو انھیں نیند ستا رہی تھی نہ وہ تھکے ہوئے تھے۔ یہاں بجلی کے قمقمے جگمگ، جگمگ کر رہے تھے۔ یہ تاجر اپنا سامان انھی روشنیوں کے قریب بیچ رہے تھے۔

مِنٰی کو واپسی

مزدلفہ میں حج کی نماز لوگ گروپوں کی صورت میں پڑھ رہے تھے۔ کوئی گروپ ادھر جماعت کروا رہا ہے اور کوئی اُدھر۔ میں نے بھی صبح کی نماز پڑھی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو مِنٰی کی طرف چل پڑے۔ ایک جگہ کھڑے ہو گئے تا کہ کسی گاڑی کو روکیں اور مِنٰی جا سکیں۔ دو گھنٹے کے

انتظار کے بعد ایک ڈالا ملا۔ جس پر ہم سوار ہوئے لوگ زیادہ تھے اور جگہ کم بعد از خرابی بسیار ہم اس ڈالے پر کھڑے ہو کر منٰی پہنچے۔ ڈالے والے نے ہم سے تیس ریال کرایہ فی کس وصول کیا۔ جب ہم اپنے خیمے پہنچے تو جسم درد کر رہا تھا۔ تکان اور رَت جگے کی وجہ سے جسم بھاری ہو رہا تھا۔ میں باہر سے چائے لایا۔ ہم نے ایک ایک کپ چائے نوش جان کیا تو ذرا سکون محسوس ہوا۔ گروپ کے باقی لوگ آرام کرنے لگے۔ مَیں، رانی اور رابعہ ہم تینوں نے کنکریاں اُٹھائیں اور شیطانوں کو کنکریاں مارنے چل پڑے۔

حکومتِ عرب نے رمی کی طرف جانے کے لیے ایک راستہ بنایا ہوا ہے جو بہت لمبا ہے اور اس پر چھت بھی ڈالی گئی ہے۔ چھت کو خوب صورت اور جدید پنکھوں سے سجایا گیا ہے۔ تا کہ حاجیوں کو آرام رہے۔ اس راستے کے دونوں طرف جگہ جگہ لیٹرینیں اور غسل خانے بنائے گئے ہیں ان کی درمیانی جگہ پر ہوٹل اور سوفٹ مشروبات کی دکانیں سجائی گئیں ہیں۔ قہوہ خانے بھی کثیر تعداد میں وہاں موجود ہیں۔ جہاں حاجیوں کی بڑی تعداد کھانا کھانے، مشروبات اور چائے پینے میں مصروف تھی۔ اس راستے کے دوسری طرف تاجروں کا قبضہ تھا جہاں ضرورت کی ہر چیز بک رہی تھی۔ تاجر کپڑا بچھا کر اپنا اپنا سامان بیچ رہے تھے۔ جس میں رُومال، تسبیحیں، دھوتیاں، رُومال، ٹوپیاں، جوتے، جرابیں، بیٹریاں، سیل، بچوں کے کھلونے، پن، پنسلیں، گھڑیاں، چوڑیاں، گجرے، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، لوٹے، پلیٹیں، گلاس، مسواک، ہاضمے کی پھکی غرض آپ روز مرہ استعمال کی ہر چیز خرید سکتے ہیں۔ ہم چلتے رہے چلتے رہے، وہ قبری (سرنگ یا راستہ) ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ چلنا دوبھر تھا۔ ایک تھکاوٹ دوسرا لوگوں کا اژدِحام، ہر قدم پر رکاوٹ، قدم صرف چند انچ اٹھایا جا سکتا تھا۔ کچھ لوگ تیز بھی چل رہے تھے جو آگے نکل جاتے اور دوسروں کو پیچھے دھکیل دیتے۔ میں نے ایک کپڑے سے خواتین کو اپنی کمر کے ساتھ باندھا ہوا تھا کہ اگر چھوٹ گئیں تو اس جگہ ان کا ملنا مشکل تھا۔ رانی مشکل سے قدم اٹھاتی تھی، تھکی ہاری تو تھی ہی۔ ہم چلتے رہے آخر کار قبری ختم ہوئی سامنے کھلی جگہ آ گئی کچھ آس امید لگی۔ دو گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد

سانس پھول رہا تھا کہ سامنے رمی اولیٰ نظر آئی کنکر مارنے کا مرحلہ نہایت مشکل تھا۔ ہم رمی کے سامنے ایک ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ہم ایک کنکر مارنے کے لیے جب ہاتھ اٹھاتے ادھر ایک دھکا لگتا اور دور چلے جاتے بہرحال ہم ایک کنکر مار ہی لیتے۔ خدا خدا کر کے ہم نے کنکر مار لیے اب واپسی کے لیے الگ راستہ تھا۔ وہاں بھی تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ پھر بھی ہم چل پڑے، پاؤں میں سوجن آ گئی۔ بھوک بھی شدید محسوس ہونے لگی۔ قربانی کے لیے گورنمنٹ سکیم میں پیسے جمع کروا رکھے تھے ان سے گیارہ بجے کا وقت لیا ہوا تھا۔ اب بارہ بجنے والے تھے ہر جگہ سر مونڈنے کے لیے نائی موجود تھے جو مصروفِ کار تھے۔ وہ دس ریال کی بجائے بیس ریال مزدوری لے رہے تھے۔ مَیں نے ایک حجام سے پوچھا تو اس نے دس ریال طلب کیے۔ میں نے ایک دوسرے سے بات کی تو اس نے پانچ ریال مانگے۔ میں نے اس سے سر منڈایا اور قریبی غسل خانے میں جا کر غسل کیا۔ پھر واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا ''بھلوال ہوٹل'' میں نے رانی اور رابعہ سے کہا چلو ان سے کھانا کھاتے ہیں، اپنے علاقے کے لوگ ہیں۔ مگر انھوں نے توجہ نہ دی شاید ان کے پاس بیٹھنے کا انتظام نہ تھا۔ ہم وہاں سے چل پڑے۔ ہم نے ایک دوسری جگہ سے کھانا لیا اور راستے کے کنارے بیٹھ کر کھانے لگے۔

جب ہم واپس آئے تو راستہ بھول چکے تھے۔ دو گھنٹے کا سفر تھا۔ دو گھنٹے مزید خیمہ تلاش کرنے میں لگ گئے۔ ہم اپنے خیمے سے ایک کلومیٹر دور چلے گئے۔ وہاں کوئی بھی ہماری راہ نمائی کرنے والا نہ تھا اور نہ ہی کسی کو معلوم تھا کہ مکتب نمبر ۵۷ کے خیمے کدھر ہیں۔ پھر ہمیں اتفاق سے ایک پاکستانی ملا۔ اس نے ہمیں سیدھی راہ پر ناشتا لگا دیا اور ہمیں ہمارا خیمہ دکھایا ہم جب خیمہ پہنچے تو برا حال تھا۔ باقی وقت ہم نے خیمہ میں آرام کرنے میں گزارا۔

طوافِ زیارت

گیارہ ذی الحجہ کو صبح نماز پڑھ کر پھر سو گئے اور دیر سے اُٹھے۔ ہم اپنے خیمے سے ناشتا کر کے

نو بجے طوافِ زیارت کے لیے نکلے۔ گروپ کے باقی ساتھی ابھی آرام فرما رہے تھے۔ میں اور اہلیہ جب خیمہ سے باہر آئے تو سامنے سڑک پر چھوٹی بڑی گاڑیاں حرم کعبہ جانے کی آواز لگا رہی تھیں۔ کرایہ پوچھا تو دس ریال فی کس۔ ہم بھی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے جس نے آدھ گھنٹا بعد یعنی ساڑھے نو بجے حرمِ کعبہ کے قریب اُتار دیا۔ طواف زیارت حج کا دوسرا رکن ہے۔ جس کے نہ کرنے سے حج نہیں ہوتا۔ طوافِ زیارت دس، گیارہ یا بارہ ذی الحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے ادا کرنا ہوتا ہے۔

ہم بس سے اُترے اور وضو کی جگہ جا کر وضو بنایا۔ پھر حرمِ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ جب ہم مطاف میں داخل ہوئے تو دس بج رہے تھے۔ مطاف حجاج سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہم نے بھی موقع مناسب دیکھ کر اور جگہ پا کر یہ دُعا پڑھ کر طواف شروع کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ.

اہلیہ میرے آگے آگے تھیں۔ ہم آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ قدم ایک دو انچ سے زیادہ نہیں اٹھ سکتے تھے۔ ہم دھیرے دھیرے چلتے رہے۔ دعائیں پڑھتے رہے، ہم کوشش کر رہے تھے کہ جتنا ہو سکے ہم کعبہ کے قریب ہو جائیں اس سے سفر کم ہوگا اور اہلیہ کو آسانی رہے گی ہم نے بہت سارے دھکے کھائے جب طواف کا آخری چکر ختم ہونے والا تھا، نماز ظہر کی اذان شروع ہو گئی۔ گویا ہمارے تقریباً پونے تین گھنٹے اس طواف پر لگ گئے۔ تھکاوٹ بے حد تھی۔ پھر ہم نے کعبہ کے دروازے کے سامنے پیچھے ہٹ کر نفل واجب برائے طواف پڑھے۔ آبِ زم زم پیٹ بھر کر پیا جس سے ذرا سکون محسوس ہونے لگا۔ اب چوں کہ ظہر کی اذان ہو چکی تھی اس لیے ہم نے مطاف ہی میں نماز ادا کی جب ہم نے نماز کی نیت باندھ لی تو لوگوں کا ایک ریلا آیا جو کہ نماز کے لیے جگہ تلاش کر رہا تھا۔ جس سے ہمیں خوب دھکا لگا، اس کھینچا تانی میں بہت سے نمازی گر گئے۔ نماز کی ترتیب ٹوٹ گئی۔ ہمارا مختصر سا سامان بکھر گیا، میرا موبائل دور جا گرا۔ اہلیہ لوگوں کے نیچے دب گئی۔

ایک نیک سیرت انسان نے اس کی جان بچائی۔ میں نے نماز نہ توڑی جب نماز پوری کر لی تو رانی کی طرف متوجہ ہوا۔ جو پیچھے بیٹھی ہاتھوں سے جسم کی مالش کر رہی تھی اس کی آنکھیں پرنم تھیں۔ کہنے لگی ہائے! جسم درد کر رہا ہے۔ بہرحال ہمارا طوافِ زیارت مکمل ہو چکا تھا، اب سعی باقی تھی۔ ہم نے مطاف سے نکل کر ایک ستون کے پاس پندرہ منٹ آرام کیا۔ اس دوران میں عامر سہیل کا فون آیا اس نے بتایا کہ وہ بھی طواف کرنے والا ہے، میں نے اسے بتایا کہ طواف شروع کرنے کی جگہ جو سبز لائٹ ہے میں وہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں، وہ آ گیا ہمیں ملا۔ اب اُسے طواف کرنا تھا اور ہم نے سعی، چند منٹ حالات و واقعات پر گفتگو ہوئی اور بعد از سعی و طواف عبدالعزیز گیٹ کے سامنے دوبارہ ملنے کا پروگرام بنایا پھر ہم سعی اور وہ طواف کرنے چلا گیا۔

سعی

ہم نے دو بجے کے قریب سعی شروع کی۔ رانی بے حد تھکی ہوئی تھی، وہ شوگر کی مریضہ اور کم زور بھی تھی۔ مَیں نے اسے سہارا دیا اور ساتھ لے کر چلنے لگا۔ ہم چلتے رہے چلتے رہے۔ جب عصر کی اذان ہوئی تو دو چکر باقی تھے۔ ہم نے عصر کی نماز پڑھی اور پھر سعی شروع کر دی، جہاں بھیڑ تو تھی مگر پھر بھی چلنے کی سہولت موجود تھی۔ راستہ سیدھا تھا اس لیے یہاں دھکے لگنے کا امکان کم تھا۔ چار بجے کے بعد سعی مکمل ہوئی۔ ہمارا بھوک سے برا حال تھا۔ ہم باہر آ گئے اور باب عبدالعزیز کے سامنے بیٹھ گئے۔ دم لے کر ہم حوائج ضروریہ کے لیے چلے گئے، وہاں سے فارغ ہو کر دوبارہ باب عبدالعزیز کے سامنے آ گئے۔ اب ہم کھانا کھانا چاہتے تھے۔ میں رانی کو بٹھا کر کھانا لینے چلا گیا اور تاکید کی کہ وہ اپنی جگہ سے بالکل ادھر ادھر نہ جائے۔ میں ہوٹل پر کھانا لینے گیا وہاں اتنا رش تھا کہ کھانا لینا میرے لیے ناممکن تھا۔ میں نے سوچا چلو چائے پر گزارہ کرتے ہیں۔ مگر چائے والی دکان پر بھی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے ایک کھوکھے سے دو سیون اپ کے ڈبے لیے اور واپس آ گیا۔ دیکھا تو رانی ایک پیک کھول کر کھانا کھا رہی ہے۔ کہنے لگی یہاں میرے سامنے ایک صاحب

میرے لیے یہ کھانے کا ڈبا رکھ گئے ہیں۔ کھالو ہم دونوں کے لیے یہ کافی ہے۔ ہم نے اسے غنیمت سمجھا اور خوب کھایا جس سے طبیعت کافی حد تک بحال ہو گئی۔

اب ہمیں رمی کرنا تھی۔ وہاں سے رمی کی طرف گاڑیاں جا رہی تھیں، اور عشرہ ریال کی آوازیں لگا رہی تھیں۔ ہم ان میں سے ایک گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جب اندر بیٹھے تو انھوں نے کہا کہ ویگن کے اندر عشرون ریال کرایہ یعنی بیس ریال اور چھت پر عشرہ یعنی دس ریال کرایہ ہے۔ گاڑی اندر اور باہر سے بھر گئی۔

سڑکیں خاصی چوڑی تھیں جن پر پانچ گاڑیاں بیک وقت چل سکتی تھیں۔ مگر پھر بھی ٹریفک جام تھی۔ ٹریفک کے سپاہی دُور کھڑے تھے۔ میں ان کے پاس شکایت کرنے گیا۔ ان سے کہا کہ آپ کی ذرا سی توجہ سے ٹریفک کا نظام درست ہو سکتا ہے۔ آپ کو ذرا بھی انتظام کرنا نہیں آتا۔ آپ پاکستانی پولیس کی خدمات کیوں نہیں لیتے، یہ معطل نظام منٹوں میں درست ہو جائے گا۔ یہ سن کر اس پولیس افسر نے منہ پھیر لیا۔ یہ دو کلومیٹر کا سفر طویل ہوتا گیا۔ ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پیدل جا رہے تھے جو یقیناً ہم سے پہلے پہنچ گئے ہوں گے۔ گاڑی ایک قدم چلتی پھر رک جاتی۔

ایک واقعہ

دورانِ سفر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک عربی کار میں ہمارے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ اس کے دائیں ہاتھ ایک کالا حبشی (Pickup) پر اس کے متوازی چلا آ رہا ہے۔ گاڑیاں چلیں پھر رک گئیں۔ عربی کار سے نکلا اور حبشی پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی گاڑی کا سائیڈ کا شیشہ توڑ دیا۔ عربی اپنی زبان میں تیز تیز بول رہا تھا۔ جو ہم نہ سمجھ سکے۔ میرے ساتھ والے مسافر نے بتایا کہ غلطی واقعی اس حبشی ڈرائیور کی تھی۔ اس نے عربی ڈرائیور کو سائیڈ ماری تھی۔ عربی زبان سے کچھ بڑبڑا سا رہا تھا۔ شاید گالیاں دے رہا تھا۔ اسی دوران میں پک اپ سے حبشی عورتیں نکل آئیں اور عربی پر زور دار حملہ کر دیا۔ عربی کا گریبان پکڑ لیا، اُس پر مکوں کی بارش کر دی، عربی کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ لڑائی جاری تھی کہ ہماری ویگن چل پڑی۔ یوں ہم لڑائی کا انجام نہ دیکھ سکے۔

رمی کا دُوسرا دن

ہم ویگن سے جمرات اولیٰ کے قریب اترے تو رات کے نو بج رہے تھے۔لوگوں کا رش تو ہر جگہ بے حساب تھا۔ہم نے رمی کا راستہ معلوم کیا ہمیں جو راستہ بتایا گیا وہ نہایت مشکل اور تھکا دینے والا تھا۔ہم خیموں میں سے گزر کر کوئی سو کے قریب سیڑھیاں اُترے۔اب ہم رمی کے کافی قریب پہنچ چکے تھے رانی کہنے لگی مجھے تو پیشاب کرنا ہے۔میں نے کہا بھلے مانس!صبر کر بھلا یہاں لیٹرین کہاں ملے گی۔لیکن کہنے لگی میرا تقاضا شدید ہے، مجھے پیشاب کرنا ہے۔میں نے دوبارہ کہا بھلا میں یہاں لیٹرین کہاں تلاش کروں۔کہنے لگی جہاں بھی ملے۔میں مر جاؤں گی، مجھے جلدی سے پیشاب کراؤ۔میں پوچھتا پوچھتا آخر ایک جگہ لیٹرین پہنچ گیا،مگر لیٹرین کے سامنے رش بے حساب تھا۔یہ لیٹرین بھی صرف عورتوں کے لیے تھی اس لیے میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔مجھے تقریباً آدھ گھنٹا انتظار کرنا پڑا۔

رات کو رمی آسان معلوم ہوئی۔کیوں کہ رش کم تھا۔ہم نے آسانی سے تینوں شیطانوں کو پتھر مارے۔پھر ہم اپنے خیمے کی طرف چل پڑے۔چلتے چلتے ہم کوئی بارہ بجے اپنے خیمے میں پہنچے راستے میں رانی کہتی ہائے مر گئی۔مجھ سے چلا نہیں جا رہا۔مَیں اُسے ہر طرح سہارا دیتا اور دلاسہ بھی۔رانی کا بُرا حال تھا۔ہم رات بارہ بجے اپنے خیمے میں پہنچ گئے۔میں خیمہ سے باہر گیا اور چائے لایا تاکہ تھکان ذرا درست ہو جائے۔اس کے بعد نماز پڑھی اور سونے کے لیے لیٹ گئے۔مگر تھکاوٹ اور نقاہت کی وجہ سے نیند نہ آئی۔بہر حال لیٹا رہا صبح کی نماز کے لیے اٹھا،نماز پڑھ کر پھر لیٹ گیا۔آٹھ بجے کے قریب اٹھا۔رانی کو ہلکا ہلکا بخار تھا۔میں نے اسے مکتب کی بس میں واپس مکہ بھیج دیا۔خود کنکریاں اٹھا کر رمی کی طرف چل پڑا۔جب خیمے سے باہر نکل رہا تھا تو راستہ میں کچن والے لوگوں کو کھانا پیش کر رہے تھے میں نے بھی ایک روٹی اور سالن لیا اور ساتھ والے خیمے میں جہاں اور بھی حاجی بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ان میں شامل ہو گیا اور کھانا کھایا۔

رمی کا تیسرا دن

یہ بارہ ذی الحجہ کا دن تھا، جنوری کی بھی بارہ تاریخ تھی۔ میں نے دس بجے خیمہ چھوڑا۔ اور آہستہ آہستہ جمرات کی طرف چل پڑا۔ لوگوں کی کثیر تعداد بھی اس راستے پر چل رہی تھی۔ میں بھی ان میں اپنا راستہ بناتا ہوا چل رہا تھا۔ راستے میں خوانچے والے اپنی اپنی اشیا بیچ رہے تھے۔ وہ آواز لگا رہے تھے خمسہ ریال، رُبع ریال، ثانی، ثلاثہ، واحد ریال مجھے راستے میں دو گھنٹے خرچ کرنا تھے کیوں کہ دوسرے اور تیسرے دن رمی زوال کے بعد کرنا ہوتی ہے۔ میں راستے میں کبھی بیٹھ جاتا کبھی چل پڑتا، کبھی خوانچے والے سے چیزوں کے بھاؤ دریافت کرنے لگتا۔ خمسہ کی بجائے ثانی، ثلاثہ ریال بتاتا اور کسی کو واحد ریال کی آفر کرتا اور آگے بڑھ جاتا۔

جمرات سے ایک سرنگ (قبری) کعبہ کو جاتی ہے۔ میں نے اس کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ مجھے اوپر والے حصے میں جمرات کرنے کے بعد آسانی سے مل جائے گی۔ میں پھر واپس آیا اور اوپر والے حصے کی طرف چلنے لگا۔ اب انسانوں کا جم غفیر جمع ہو چکا تھا۔ چلنا دوبھر تھا۔ اگر پاؤں سے جوتا نکل گیا ہے تو پروانہیں اگر آپ جھک کر پکڑنے کی کوشش کریں گے تو پاؤں تلے آ کر روندے جائیں گے اگر آپ کے کندھے سے جانماز یا کوئی دوسری چیز گر گئی ہے تو گری رہے، آپ اٹھانے کی جسارت کریں گے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

میں تقریباً ساڑھے بارہ بجے پہلے شیطان کے قریب پہنچا۔ پولیس ہر جگہ کھڑی تھی مگر بے بس۔ اُوپر سے ہلکا ہلکا پانی بھی گرایا جا رہا تھا ایک ہیلی کاپٹر بھی اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا، میں ایک قدم اٹھاتا مگر پاؤں جم نہیں رہے تھے، حکومت عرب نے رمی کے لیے ایک دیوار بنا دی ہے تاکہ رمی کرنے والوں کو آسانی رہے۔ بہر حال بعد از خرابی بسیار میں پہلے شیطان کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں میں نے بوڑھے لوگوں کو پتھر مارتے دیکھا، معذوروں کو دیکھا، عورتوں کو دیکھا، جن کے دوپٹے گر گئے، دھکم پیل میں پیچھے ہٹ گئیں، پھر ان لوگوں کو بھی دیکھا جو گر رہے تھے ایسا گرے کہ ہمیشہ کے لیے

نہ اٹھ سکے۔

مَیں نے پہلے شیطان کو پتھر مارا تو ایک دھکا لگا جس سے کافی دور چلا گیا پھر قریب آیا۔ دوسرا پتھر مارا، اس طرح دھکے کھاتا رہا پتھر مارتا رہا، بعد از خرابی بسیار پہلے شیطان سے فارغ ہوا، سوچنے لگا شیطان تو پھر شیطان ہے یہاں بھی اپنے کرتوت دکھانے سے باز نہیں آتا۔ پھر میں نے دوسرے شیطان کا رخ کیا، وہاں بھی ایسا ہی منظر تھا۔ میں نے جیسے تیسے ہاتھ بڑھا کر پتھر مارے، دھکے کھائے۔ میں زور سے پتھر مار رہا تھا، دیوار پر بھی لگے ہوں گے یا اس حوض میں گرتے ہوں گے جو ان پتھروں کے لیے مخصوص ہے۔ پھر میں تیسرے اور بڑے شیطان کے پاس پہنچ گیا یہاں رش ذرا کم تھا۔ میں بہت آگے چلا گیا پھر واپس آیا جہاں دیوار ختم ہوتی ہے وہاں جگہ خالی تھی اور پتھر مارنے کے حوصلے پورے کرنے لگا زور سے پتھر مارتا۔ سامنے مجھے تصور میں شیطان کھڑا نظر آیا، گویا میں شیطان کو دیکھ رہا تھا اور اس سے تصور تصور میں گفتگو کرنے لگا، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

شیطان سے مکالمہ

شیطان حاجیوں سے یوں محو گفتگو تھا۔

ہاں! مجھے مار رہے ہو نا! میں خوب بدلہ لوں گا، تمھارا حج خراب کروں گا، ہاں! تم اپنے اعمال کی گٹھڑی بس گاڑی یا ہوائی جہاز کی سیٹ پر بھول جاؤ گے۔

ہاں! تم کاروبار چمکانے کے لیے اپنے نام کے ساتھ ''حاجی'' لکھو گے نا۔ پھر الیکشن میں تمھیں کھڑا کروں گا۔ جب الیکشن لڑو گے تو حاجی اور الحاج کا لفظ اپنے نام کے ساتھ لکھ کر اشتہار اور بینرز بنواؤ گے۔ ہاں ہاں! تم نماز پڑھتے ہو نا تو اپنے نام کے ساتھ نمازی کیوں نہیں لکھتے؟ نماز تم روزانہ پانچ مرتبہ پڑھتے ہو، تو پھر نمازی کیوں نہیں کہلاتے ہاں نمازی کیوں نہیں کہلاتے، ہاں حج تو ایک بار کرتے ہو اور حاجی کہلانے لگتے ہو۔ ہاں جب تمھیں کوئی حاجی، حاجی کہتا ہے تو پھولے نہیں سماتے ہو یہ ہے میرا کمال۔

ارے حاجیو! نماز پڑھتے ہو نا! ٹخنے سے ٹخنا گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا ملاتے ہو، دل سے دل کیوں نہیں ملاتے۔ ہاں ہاں یہ میرا کمال ہے، میں دل دل سے جدا کرتا ہوں، میں کدورت پیدا کرتا ہوں۔

ہاں ہاں! یہاں مکہ اور مدینہ میں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہو یہاں تو کوئی وہابی، سنی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ نہیں، سبھی مسلمان کہلاتے ہو۔ جب گھر جاؤ گے تو ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاؤ گے نا، یہ بھی میرا کمالِ فن ہے۔ بس تم مجھے مار رہے ہو، میں تمھیں ایمان دار نہیں چھوڑوں گا۔ پھر شیطان اللہ سے مخاطب ہوا:

''اے اللہ! تو ان لوگوں کے گناہ دھونا چاہتا ہے نا، مگر مَیں انھیں اس مقدس جگہ پر دھینگا مشتی، لڑائی جھگڑا، دھکم پیل کروا رہا ہوں تا کہ یہاں کا حساب یہیں برابر ہو جائے، ادھر اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

او شیطان! او مردود! چل دور ہو یہ بندے مجھے بے حد پیارے ہیں جو وادی عرفات میں پہنچ گئے ہیں میں نے ان کے سبھی گناہ معاف کر دیے ہیں، میں نے انھیں صرف معاف نہیں کیا بلکہ انھیں زیادہ اجر و ثواب دے رہا ہوں۔

شیطان: اے اللہ تعالیٰ! پہلے ان کا دل تو ٹٹول کر دیکھ ان کے دل میں ''میں ہوں یا تو یا کوئی غیر'' یہ واپس جا کر پھر سے اپنے تراشے ہوئے مجسموں، پیروں، فقیروں کی پوجا کریں گے غیروں کے نام کی نذر و نیاز دیں گے، کیا تو پھر بھی ان کے گناہ معاف کرے گا۔

ہاں! اے اللہ! میں انھیں ترغیب دیتا ہوں کہ آگے بڑھو اور آگے بڑھو، اور آگے بڑھو، جرأت کا مظاہرہ کرو، دوسرے سے آگے بڑھو، ہاں انھیں دھکا دو اور آگے بڑھو، کوئی گرتا ہے تو پروانہ کرو، کوئی مرتا ہے تو پروانہ کرو۔ بس تم اپنی خیر مناؤ، اسی وجہ سے خرابی اور بے اکرامی پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ رمی کے وقت یا دوسرے موقعوں پر آرام سے سارے مناسک ادا ہو سکتے ہیں۔ یہ میری کمال کارکردگی ہے۔

اے اللہ تعالیٰ! دیکھ لینا میں ان کا حج خراب کر کے چھوڑوں گا۔

اللّٰہ: اے مردود! ''ہٹ پیچھے ہٹ'' میں جب چاہتا ہوں ان کے گناہ معاف کر دیتا ہوں، تُو دیکھتا رہ جائے گا اور یہ جنت کے حق دار بن جائیں گے۔ میرے خاص بندے تیرے پھندے میں نہیں آئیں گے۔

ابلیس کہتا ہے! اے خدا! تُو تو سب کا خدا ہے، میرا بھی خدا ہے، تُو تو سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے، اگر تو بے عمل اور غلط کار کو بخش دے گا تو تیرا انصاف کہاں جائے گا۔

اللّٰہ تعالیٰ! اے مردود! یاد رکھ میرے انصاف پر میری رحمت مستزاد ہے۔

اے اللّٰہ! سچ ہے مگر تیرا انصاف بھی تو حقیقت ہے۔ میں ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان اور مردود کہلایا اور جو پانچ وقت سجدہ نہیں کرتے تیری حکم عدولی کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، رشوت، جھوٹ، فریب، اور ڈاکا وغیرہ کا بازار گرم کرتے ہیں، کچھ کم فہم عالم غلط فتوے دیتے ہیں کیا وہ میرے ساتھی نہیں ہیں کیا تو ان کی بخشش بھی کر دے گا؟ تو یہ تیرے انصاف پر دھچکا نہیں ہوگا۔ اگر تو انھیں معاف کرے گا تو مجھے کیوں نہیں معاف کرے گا۔

اللّٰہ تعالیٰ: اے مردود! جب وہ معافی مانگیں گے تو مَیں انھیں معاف کردوں گا، جو بھی سچے دل سے معافی مانگے گا، مَیں اِسے معاف کردوں گا۔

اے اللّٰہ! میں انھیں معافی کی طرف نہیں آنے دوں گا، حاجی حاجی کہلاتا رہوں گا، ان کی عمر کی رسی کو طویل کر کے دکھاتا رہوں گا، معافی تو وہ تب مانگیں گے جب انھیں گناہ کا احساس ہوگا میں انھیں اس احساس سے محروم کردوں گا۔

حاجیو! مجھے مار رہے ہو نا! میں مار کھا رہا ہوں، تم مجھے پتھر مار رہے ہو نا میں پتھر کھا رہا ہوں، میں نے تمھارا نقصان تو نہیں کیا، تم میرا کہنا نہ مانو تو میں تمھارا کیا بگاڑ لوں گا، الٹا تمھارا ہی فائدہ ہے ہاں تم آدھے کنکر بچا کر لے جاؤ ہاں لے جاؤ، وہ لے جا کر مارو۔

اے پاکستانی حاجیو! مارو، اپنے سیاست دانوں کو، ہاں مارو میرے پیارے دوستوں کو، جو زبان

کے میٹھے اور دل کے کھوٹے ہیں، ہاں ان دوستوں کو مارو جو تمھارے لیے ناسور ہیں، ہاں تمھارے ملک وملت کے لیے ناسور ہیں، ہاں غدارِ وطن ہیں، غدارِ ملت ہیں ہاں وہ تو مجھ سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہیں۔ تم انھیں کیوں نہیں مارتے ہو، وہ ہیں تو انسانی روپ میں، مگر ہیں میرے بھائی۔

مجھے مار رہے ہو نا! بھائی! مجھے کنکر مارو! ہاں انھیں موٹے موٹے پتھر مارو جو وہ کرتے ہیں وہ میں نے سوچا بھی نہیں ہاں وہ جو کرتے ہیں اسے دیکھ کر میں بھی شرما جاتا ہوں، ہاں میں بھی ان بندوں کی صحبت میں خراب ہو گیا ہوں۔

خداوند ثواب و ناثواب

من شدم از صحبت آدم خراب (اقبالؒ)

والی بات ہے۔

ہاں مجھے مار رہے ہو نا!

ہاں! مجھے تو اب محنت ہی نہیں کرنا پڑتی اب تو انسان خود ہی میری کمی پوری کر رہا ہے۔ دیکھو! کس صفائی سے جھوٹ کو سچ کر دکھاتا ہے۔ ہاں کتنے وہ جھوٹ روزانہ بولتا ہے۔

انسان ہی انسان کو بناتا ہے گداگر

فطرت کی عنایات میں افلاس نہیں ہے

اے مجھے مارنے والے حاجیو! ''ذرا اپنے گھر کی تو خبر لو،'' مَیں انسان کو گداگر نہیں بناتا، گناہ گار بناتا ہوں، تم انھیں گداگر بناتے ہو۔ اے میرے دوست میں تیری عظمت کو سلام کرتا ہوں۔

او حاجی، سلام، سلام۔

رمی سے واپسی

مَیں بڑے شیطان سے فارغ ہوا سامنے سرنگ نظر آ رہی تھی جس میں لوگوں کی کثیر تعداد حرمِ کعبہ کا رخ کیے چل رہی تھی۔ چلنے کا انداز وہی تھا جیسا کہ لوگوں کی بھیڑ میں ہوتا ہے۔ قدم

اُٹھانے کی جگہ بنی تو قدم اٹھایا کبھی ٹھہر گیا میں بھی اس طرف چل پڑا ان لوگوں کی گفتگو سن رہا تھا:

''اے اللہ! ہم نے تیرا حکم پورا کر دیا ہے خوب دھکے کھا کر مشکلات جھیل کر رب ہمیں انعام سے نواز۔'' مجھے یوں محسوس ہوا کہ اللہ فرما رہا ہے لوگو! جاؤ تم معاف کر دیے گئے، تم بخش دیے گئے ہو، تم جنت والے بن گئے ہو، آج تم نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم ہو آیندہ میری نافرمانی نہ کرنا، جاؤ جاؤ خوش خوش جاؤ جاجیو! جاؤ۔

مَیں یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ میرا تصور بچوں کے نتیجے کی طرح ۳۱ مارچ کی طرف چلا گیا۔ بچے نتیجہ سن کر خوش گھر آ رہے ہیں کوئی کہتا ہے، مَیں پاس ہو گیا ہوں، کوئی کہتا ہے میں اوّل آیا ہوں، انعام ملا ہے، دوسرا کہتا ہے میں انگریزی میں اول تیسرا کہتا ہے میں فارسی میں دوم رہا ہوں ایک اور بچہ کہتا ہے یار! میں نے محنت تو نہیں کی تھی مگر پاس ہو گیا ہوں۔

سفارش کرائی ہوگی

نہ جناب! سفارش تو نہیں بس یہ اللہ کی مہربانی ہوئی ہے۔ دوسرا طالب علم: میں بھی رعایتی پاس ہو گیا ہوں۔ ایک اور طالب علم: مجھے تو ترقی ملی ہے، اگلی جماعت میں دل لگا کر محنت کروں گا۔ اگلی پچھلی ساری کسر نکال دوں گا۔ یوں میں نے محسوس کیا کہ جمرات کے بعد واپس آنے والے سارے کے سارے کام یاب ہو گئے ہیں۔ جس خلوص سے سارے حج کے مناسک ادا کیے ہیں اسی طرح انھیں اول، دُوم، سوم نمبر بھی ملے ہوں گے میرا یقین واثق ہے کہ کوئی بھی فیل نہیں ہوا ہوگا۔ آخری درجے میں رعایتی تو سبھی پاس ہو گئے ہوں گے کیوں کہ اللہ کی رحمت صرف بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔

قبری کے راستے چلتا رہا چلنے کی سکت نہ تھی مگر شوق تھا چلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ راستہ میں ہر طرف بازار لگا ہوا تھا۔ اب قیمتیں معمول پر تھیں کیوں کہ اس راستے والے جانتے تھے کہ اگر مال بچ گیا تو اس کا ہم کیا کریں گے۔ دو ریال والی ٹوپی ایک ریال میں فروخت ہو رہی تھی راستے میں

مَیں مسجد تلاش کرتا رہا مگر مسجد نہ مل سکی۔ تین بجے حرم کعبہ میں داخل ہو گیا وضو کر کے پہلے نماز ظہر ادا کی اور پھر صحن میں لیٹ گیا اب کچھ کھانے کو جی چاہ رہا تھا چائے کا کپ لیا اور نوش جان کرنے لگا۔ مغرب اور عشا کی نمازیں ادا کر کے گھر پہنچا تو اہلیہ بے قرار تھی وہ یہ خبر سن چکی تھی کہ رمی کے دوران میں حجاج کی بڑی تعداد پیروں تلے آ کر کچل گئی ہے۔ یوں انھیں شہادت کا درجہ مل گیا۔ مجھے دیکھ کر گروپ کے دیگر ساتھی خوش ہو گئے۔ شام تک حج کے سارے اعمال مکمل ہو چکے تھے ہم اب پورے حاجی بن چکے تھے۔ ابھی ہمیں مزید سولہ دن مکہ مکرمہ ٹھہرنا تھا یہ ہمارے پاس عبادت کرنے گھومنے پھرنے زیارات کرنے کے لیے خوب وقت تھا۔ اس دن عشا کی نماز کے بعد واپس جاتے ہوئے میں نے کثیر تعداد میں بڑی گاڑیاں حاجیوں سے بھری ہوئی واپس جاتے دیکھیں۔

حج کے بعد

۱۳ ر جنوری کو صبح نماز کے لیے گیا تو ہمیں حرم کعبہ کے باہر جہاں دور جگہ ملتی تھی وہ خالی پڑی تھی۔ گلیوں میں جاتے ہوئے مشکل آتی تھی اس میں کافی حد تک کمی واقع ہو گئی تھی۔ اب ہم آزادی سے چل سکتے تھے۔ میں سوچنے لگا جب کھیل ختم ہو جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے نہ جانے رات کو کتنے قافلے واپس چلے گئے۔ پاکستان کے لیے واپسی کی پہلی پرواز ۱۴ ر جنوری کو تھی جس کے لیے تیرہ جنوری کو حاجی یقیناً ائر پورٹ پہنچ گئے ہوں گے۔ یوں ایک عجیب سماں میرے سامنے تھا۔

حاجیوں کی واپسی

اگلے دن کچھ قافلے مدینہ کو جا رہے تھے جو آخری پروازوں یا آخری وقت پر آئے تھے۔ انھوں نے اپنی چالیس نمازیں مسجد نبوی میں پوری کرنا تھیں۔ مکہ کے نواحی علاقوں کے لوگ بھی حج سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

مَیں نے لوگوں کو دیکھا کہ سامان کی گٹھڑیاں باندھے کھڑے ہیں کچھ سروں پر اور بعض نے

بغل میں دبا رکھی ہیں کچھ بس کی چھت پر رکھ رہے ہیں۔ مجھے قیامت کا منظر یاد آ گیا کہ اُس دن بھی وادیٔ عرفات میں لوگ اعمال کی گٹھڑیاں اسی طرح لیے کھڑے ہوں گے ہلکی بھی اور بھاری بھی۔

مَیں بابِ فہد کے سامنے مناسب جگہ پر تہجد پڑھ رہا تھا۔ فارغ ہوا تو دیکھا کہ سامنے ایک آدمی سویا ہوا ہے پولیس والے نے اُسے جگا دیا تو وہ پیٹ کے بل بیٹھ گیا میں نے کہا: ''وضو'' یعنی وضو نہیں کرنا! اس نے کہا: ''انا سوڈانی اول وضو'' یعنی پہلا وضو کافی ہے میں نے کہا: ''لا وضو بعد النوم'' اس نے کہا: ''انا مالکی'' یعنی ہمارے طریقے میں سب جائز ہے پھر میرے برابر بیٹھا ہوا عربی ہمیں بتانے لگا کہ جمرات میں ۴۸۰ لوگ مرے ہیں۔ میں حسبِ معمول اشراق پڑھ کر واپس آیا۔ چوں کہ آج جمعہ تھا لہٰذا مَیں گھر سے بارہ بجے کے قریب نکلا۔ جمعہ کی نماز حرم سے ایک میل دور پڑھنا پڑی۔ میرے پیچھے نہ جانے کتنی دور تک نماز کے لیے صفیں بچھائی گئی ہوں گی۔

نمازِ جمعہ کے بعد مجھے حرم پہنچنا تھا۔ میں حرم کی طرف چلنے لگا تو چلنا مشکل ہو گیا کیوں کہ لوگ واپس جا رہے تھے۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی حرم کعبہ جانا چاہتے تھے مگر راستہ کہاں ملتا ایک دُکان کے برآمدے میں کھڑے ہو گئے جہاں سے دکان والوں نے ہمیں نکال دیا۔ ہم ایک ذیلی گلی میں کھڑے ہو گئے۔ دھوپ میں شدت اور حدت تھی بار بار پانی پینا پڑتا تھا اوپر سے ایک عرب ہمیں پانی کی بوتلیں پھینک رہا تھا ایک گھنٹا انتظار کے بعد حرم کعبہ میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ حرم کعبہ میں مَیں نے ذرا سی دیر آرام کیا پھر تلاوت کی عصر کی نماز کے بعد چائے کا ایک پیالہ پیا پھر مغرب کی نماز کا انتظار کرنے لگا۔ مغرب کے بعد طواف اور بعد از عشا گھر کی راہ لی۔ ۱۴۔ جنوری حالات حسبِ معمول رہے۔ صبح طواف، شام طواف مغرب کے بعد حرم کے دوسرے حصے میں گیا ایک ترکی حاجی سے اشاروں مین کچھ بات چیت ہوئی اس نے سرخ ''بلا'' لگا رکھا تھا جس پر (Dianet) لکھا تھا۔ اس کا کیا مطلب تھا سمجھ میں نہ آ سکا۔

جدہ روانگی

۱۵۔جنوری کی رات بخار اور نزلہ کا شدید حملہ ہوا۔یوں محسوس ہوا جیسے سر بھاری ہو گیا صبح کی نماز گھر ہی پڑھی ،نو بجے قریبی ڈسپنسری سے دوا لینے چلا گیا۔اُنھوں نے بہت سی گولیاں اور شیشیاں دے دیں۔میں نے انھیں ڈرتے ڈرتے استعمال کیا۔شام کو لطیف اہلیہ کے ساتھ آ گیا۔لطیف اپنا عزیز ہے جو کافی عرصہ سے جدہ میں مقیم ہے اُس نے اپنا مکان بنا رکھا ہے جو ایک کنال پر مشتمل ہے۔اس نے ہمیں جدہ آنے کو کہا۔تو شام کو ہم نے جدّہ کی راہ لی۔ہم ایک گھنٹا بعد جدہ پہنچے، جدہ سعودی عرب کا سب سے بڑا شہر ہے۔اس رات بھی طبیعت خراب ہی رہی دوا کھائی جس سے رات خوب نیند آئی اور صبح تک طبیعت بحال ہو گئی۔

۱۶۔جنوری کی صبح ہم جدہ میں تھے۔نماز کے بعد بھی آرام ہی کرتے رہے بارہ بجے تک گھر ہی رہے لطیف اپنے کام پر چلا گیا۔یہ علاقہ ''حی النزع '' کہلاتا ہے جو ائر پورٹ کے قریب ہے جہاں سے ائر پورٹ کا علاقہ اور ائر پورٹ کی عمارات نظر آتی ہیں۔بڑی سڑک کے ایک طرف یہ علاقہ ہے جب کہ دوسری طرف ائر پورٹ ہے۔شہر کا حصہ نیا نیا آباد ہوا ہے یعنی یہ آبادی چند سال قبل آباد ہوئی ہے۔ظہر کی نماز کے لیے مسجد تلاش کی۔مسجد کے دروازے کے قریب کھجوروں کی ٹوکری رکھی تھی۔نمازی جب چاہیں کھجوریں کھائیں میں بھی ہر نماز کے بعد دو چار کھجوریں ضروری کھاتا۔وہاں نمازیوں کی عجیب حالت تھی جب اقامت ہوتی تو چار پانچ نمازی ہوتے اور جب سلام پھیرتے تو چار صفیں ہوتیں۔نماز فرض ادا کرنے کے بعد سنتوں میں مسجد خالی ہو جاتی۔وہاں لوگ فرائض تو مسجد میں ادا کرتے باقی شاید گھر میں۔ظہر کے وقت لطیف کام سے فارغ ہو کر آیا۔گاڑی اس کی اپنی ہے ڈرائیونگ بھی خود کرتا ہے۔اب ہم سمندر کی طرف چلے گئے،سڑک چوڑی ہے درخت عطیہ قدرت ہیں۔ائر پورٹ کے علاقے میں دور تک درخت لگے ہوئے ہیں جو خوب صورت نظارہ پیش کر رہے ہیں،سڑک کے دائیں ہاتھ ائر پورٹ کے ملازمین کے کوارٹرز

ہیں۔ سڑک پر چلتے ہوئے کیا دیکھا شاہی خاندان کے گھر، کھجوروں کے درخت قطار اندر قطار، ایک چوک پر کرۂ ارض بنا ہوا ہے۔ آگے امرا کی کالونی ہے سامنے امیر عبداللہ کا محل ہے۔ پھر ہم مختلف سڑکوں کو کراس کرتے ہوئے ''یسر نیک'' پہنچ گئے۔ یہاں سے چند گز کے فاصلے پر سمندر ہے۔ جس سڑک پر ہم تھے اس کی دوسری طرف سمندر کا کالا پانی اور اس کالے پانی میں لانچیں چل رہی تھیں۔ اس کنارے پر ایک کوٹھی زیر تعمیر تھی جس کا ٹھیکا لطیف نے لیا ہوا تھا۔ سب کام مکینیکل طریقے سے ہو رہے تھے۔ اس طرح جدہ میں ہمارا پہلا دن گزرا تھا۔

موسم کا حال

مکہ، مدینہ اور جدہ ہم نے تین شہر دیکھے تینوں کے موسموں میں خاصا فرق تھا۔ مدینہ میں دن کو گرم کپڑے پہننا پڑتے تھے اور رات کو سردی ہوتی تھی۔ لہٰذا کمبل لینا پڑتا تھا۔ مکہ میں موسم خشک تھا، رات ائر کنڈیشنر چلانا پڑتا تھا۔ جدہ میں آب و ہوا مرطوب تھی خوش گوار ہوا میں خنکی مگر دل پسند۔ کبھی کبھی تیز ہوا چلتی تھی البتہ مچھر خوب پل رہے تھے۔ اگلے دن صبح صبح ہم اس کوٹھی پر آ گئے جس کا ٹھیکا لطیف نے لیا ہوا تھا۔ اس نے پانچ آدمی کام پر لگا رکھے تھے جو مٹی چھت پر چڑھا رہے تھے ایک آدمی مٹی کو پلاسٹک کے تسلوں میں ڈال رہا تھا اور تین باری باری انھیں اٹھا کر لوہے کی سیڑھی پر چڑھتے تھے۔ ایک اُوپر کھڑا ان تسلوں کو پکڑ کر مٹی بکھیر رہا تھا۔ یہ سندھی مزدور تھے۔ یہ کام صرف سندھی ہی اس علاقے میں کرتے ہیں (لطیف نے بتایا)۔ اچانک درمیان سے سیڑھی ٹوٹ گئی مزدور نیچے گرا سب اس کی طرف دوڑے اللہ کا شکر ہے کہ وہ بچ گیا۔ میں کوٹھی کے قریب ایک ٹیلے پر بیٹھا دھوپ سینک رہا تھا۔ ہر پانچ منٹ بعد میرے سر سے ایک ہوائی جہاز جدہ ائر پورٹ سے اڑ کر گزرتا۔ ہر جہاز کا منہ اُوپر کی طرف تھا یعنی وہ بلندی کی طرف جا رہا ہوتا تھا جب مطلوبہ بلندی پر پہنچ جاتا تو اپنا رخ دُرست کر لیتا۔ مغرب سے ذرا پہلے ہم واپس آ گئے مغرب کے بعد ہم جدہ کی سیر کو دوبارہ نکلے۔ مَیں، اہلیہ، فرخندہ (لطیف کی بیوی) اور بچے۔ سب سے پہلے ہم

''شارع حرا'' پر آئے جس کے دونوں طرف مارکیٹیں ہیں۔ یہاں چند ایک ''باربرز'' کی دکانیں ہیں جنھیں دیکھ کر گمان ہوتا تھا کہ یہ اعلیٰ درجے کے ڈینٹل سرجن کے کلینک ہیں مگر غور سے دیکھنے سے پتا چلتا کہ سوٹیڈ بوٹیڈ باربر کھڑا گیسو سنوار رہا ہے یا شیو بنا رہا تھا۔ اب عرب میں شیو بنوانے کا عام رواج ہے اس کے بعد ہم نے اپنے سامنے ''دولی'' مارکیٹ دیکھی جو نہایت خوب صورت اور صاف ستھری ہے اس کا حسن دیکھ کر انسان سوچتا ہے کہ اللہ تیری جنت کتنی خوب صورت ہوگی اس مارکیٹ میں ہائی جینٹری شاپنگ کرنے آتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق بے نظیر بھٹو بھی یہاں شاپنگ کے لیے آیا کرتی تھی۔ پھر ہم پھرتے پھراتے سمندر کے ساحل کے ساتھ ہو لیے سب سے پہلے ایک مسجد دیکھی جو سمندر کے اندر بنائی گئی ہے شاید قدرت نے یہاں کوئی چٹان یا گھاٹی بنائی ہو اور حکومت یا عوام نے اس پر مسجد بنا دی۔ جو نہایت خوب صورت ہے اس کے چند گز کے فاصلے پر ایک ہوٹل ہے جو پورا کا پورا سمندر میں ہے۔

سمندری لہریں

اس کے بعد ہم چند گز چلے ہوں گے کہ لطیف نے کار روک لی ہم سمندر میں اتر گئے۔ یہاں زمین پتھریلی تھی۔ اس پر ٹخنوں تک پانی تھا۔ ذرا آگے خوب صورت کمرے بنے ہوئے تھے جنھیں امیر لوگ رات کے لیے کرائے پر لیتے تھے ہم اس پانی میں چلنے لگے۔ سمندری لہریں اٹھکیلیاں کرتی ہوئی ہمیں بھگو دیتی تھیں۔ آدھ گھنٹا بعد ہم دوبارہ کار میں بیٹھ گئے اور کار پھر ساحلِ بحر کے ساتھ چلنے لگی ہم نے مختلف چیزیں دیکھیں جو نہایت خوب صورت تھیں یوں محسوس ہوتا تھا کہ فطرت نے اپنا سارا حسن لا کر اس جگہ بکھیر دیا ہے ایک جگہ مگرمچھ کا ڈھانچا تھا تو دوسری جگہ مچھلی اور تیسری جگہ کیکڑے کا۔

سوئے طیبہ

نقلی گاڑی

اب ہم ایک پارک کے سامنے کھڑے تھے۔ پارک کیا تھا ایک بہت بڑا شہر۔ اس میں رنگا رنگ خوب صورت چیزیں اعلیٰ درجہ کی صناعی کا نادر نمونہ تھیں۔ جس کا نقشہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے بہر حال ہلکا سا تصور تو دیا جاسکتا ہے۔ ایک مصنوعی گاڑی تھی جو بلندی سے نیچے کی طرف آتی تھی۔ تین گول چکر کاٹ کر ہر ڈبے میں دو سوار بیٹھتے تھے اس گاڑی کو بلندی سے چھوڑ دیا جاتا تھا جو تین دائروں کو مکمل کرتی ہوئی دوبارہ ساتھ والی سیڑھی پر جاکر رک جاتی تھی۔ یہ گاڑی بہت تیز چلتی تھی پلک جھپکنے میں ایک دائرہ مکمل کر لیتی تھی۔ سوار چیخنے لگتے تھے، بعض کو قے بھی آجاتی تھی ہم یہ نظارہ دس پندرہ منٹ دیکھتے رہے۔ اس طرح وہاں مصنوعی کاریں، ہوائی جہاز اور دیگر چیزیں تھیں۔ بچوں کے لیے الگ نادر تحفے اور کھلونے تھے۔ اس کے بعد ہم دس کلو میٹر سے زیادہ ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ ایک فوّارہ بھلا کیسا تھا ایک خوب صورت مرتبان جس سے پانی نکلتا ہے مگر ایک طرف اس کا جھکاؤ یوں محسوس ہوتا تھا کہ گرنے والا ہے۔ سامنے ایک اور پارک دیکھا ہم اس میں اتر گئے۔

پارک

وہاں ہم گھومنے لگے سجے سجائے اونٹ، بگھیاں جنھیں مصنوعی پھولوں اور روشنیوں سے مزین کیا گیا تھا۔ لوگ اُونٹوں پر بیٹھے اور کچھ بگھی پر سیر کرتے ہوئے تصویریں بنواتے۔ ہر بگھی کے دو دو گھوڑے تھے اس کے علاوہ پونی (ٹٹو) بھی دیکھے وہ پونی بھی اسی طرح سجائے گئے تھے۔ ان سے زیادہ خوب صورت لوگ ان پر سوار تھے۔ جو نہایت سلیقے سے بن ٹھن کے آئے تھے۔ ساتھ ہی ایک جگہ مصنوعی پہاڑی بنائی گئی تھی۔ آتش فشاں وہ پہاڑ تھا جو کبھی کبھی آتش بازی کا فوارہ اُگلتا تھا وہاں ایک خوب صورت لڑکی کالے رنگ کا برقع اوڑھے پتنگ اڑا رہی تھی یہ پتنگ پاکستانی

پتنگوں سے ذرا مختلف تھا۔ رنگین نہایت دیدہ زیب مگروہ صاحبہ پتنگ بازی کے فن سے بالکل ناآشنا تھی۔ صرف شوق پورا کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک خاندان بیٹھا حقہ پی رہا ہے یہ بھی ہمارے لیے ایک عجوبہ تھا۔ ہم حیران ہوئے کہ حقہ اور عرب میں مگر بعد میں پتا چلا کہ یہ چیز تو یہاں عام ہے۔ اس کے ساتھ ایک ریڑھی پر آگ دیکھی تو حیران ہوا ریڑھی پر آگ کا کیا کام نزدیک جا کر دیکھا تو وہ مکئی کے بھٹے بھون بھون کر بیچ رہا تھا جو پانچ ریال کا ایک تھا۔

مچھلی مارکیٹ

دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور آگے چلے تو ذرا سی دیر میں مچھلی مارکیٹ پہنچ گئے یہ ایک وسیع مارکیٹ تھی جہاں ہر قسم کی مچھلی خریدی جاسکتی ہے ایک دانہ بیس کلو کا بھی ایک من کا بھی ایک کلو کا بھی مچھلی مارکیٹ کے ساتھ ہی بندرگاہ ہے جہاں دنیا کے ہر ملک کا بحری جہاز آتا ہے اس جگہ جہازوں کے علاوہ بڑی بڑی کرینیں بھی کھڑی تھیں۔

مچھلی مارکیٹ سے نکلے پھر حسین وجمیل مناظر دیکھتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے آدھ گھنٹا بعد مختلف بازاروں اور مارکیٹوں سے ہوتے ہوئے ہم جدہ مارکیٹ میں داخل ہو گئے یہ جدہ کی بڑی مارکیٹ ہے، مارکیٹ کے اوپر پارکنگ بنی ہوئی ہے جس میں گاڑی کھڑی کرنے کا کرایہ دو ریال فی گھنٹا ہے۔ لفٹ کے ذریعے نیچے اترنا ہوتا ہے۔ دو منزلیں نیچے اُترے نہ جانے ہم زمین پر تھے یا چھت پر مگر جگہ وسیع وعریض تھی۔ سجی سجائی دکانیں یہاں بھی تجارت پر حبشیوں کا قبضہ ہے۔ بیچنے والے عرب اور خریدنے والے پوری دنیا کے لوگ۔ ہاں حاجی لوگ حج سے فارغ ہو کر جدہ کا رُخ کرتے ہیں۔ سڑکوں پر لمبی لمبی بڑی بڑی بسیں کھڑی ہیں جن پر شارجہ، دوحا لکھا ہے اور حاجی شاپنگ میں مصروف ہیں، دُکان دار ہوشیار ہو گئے ہیں اپنے ریٹ بڑھا کر خوش ہو رہے ہیں سال بھر کی کمائی کرنی ہے مارکیٹیں گاہکوں سے پر ہیں دکان بھری ہوئی ہے خریدنے اور بیچنے والے مصروف ہیں۔

خوب صورت کپڑے اور زیورات عورت کی کم زوریاں ہیں۔ ہم نے اہلیہ کے لیے ایک سوٹ خریدا۔ اس کے پچھتر ریال ادا کیے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ سوٹ پاکستان میں پانچ چھے سو روپے کو مل جاتا۔ اہلیہ اسے پاکستان جا کر پہنے گی اور فخر کرے گی دوستوں کو بتائے گی کہ یہ سعودی عرب کا سوٹ ہے۔ اگر لوگ غور سے دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ یہ پاکستانی کپڑا ہے مگر اس کی خوبی ہے کہ یہ عرب کے عظیم شہر جدہ کی سپر مارکیٹ سے دوگنا زیادہ قیمت دے کر خریدا گیا ہے۔ ہم رات گئے واپس آئے نماز پڑھی اور سو گئے۔

سترہ جنوری صبح نماز کے بعد پھر سو گئے۔ دس بجے اٹھے ناشتا کیا اور پھر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اب ہم دوسری طرف جا رہے تھے ہماری گاڑی ''تماتین'' روڈ پر چل رہی ہے۔ ذرا سی دیر میں ہم ''بوادی'' مارکیٹ پہنچ گئے جہاں سے کچھ اور کپڑے خریدے۔ مہنگائی کا رونا تو ہر جگہ ہے اس کے بعد ہم شارع (مکرونہ) پر تھے۔ سامنے کشتی چوک تھا جہاں چند دوست انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ ہی واپس آ گئے۔ دوستوں سے حال حالات پوچھے اور گپ شپ ہوئی دوپہر کو کھانا کھایا اور شام کو دوبارہ سیر کو نکلے اب ہم ''شارع سطتین'' پر تھے ہم کافی دور تک چلتے رہے شہر کی رنگینی کو دیکھتے رہے سڑک کافی چوڑی تھی ایک طرف دکانیں اور دوسری طرف گھر۔ سامنے ایک فلک بوس عمارت تھی جس پر لوہے کا ایک بڑا دائرہ بنا ہوا تھا۔ اب ہم جس چوک سے گزر رہے تھے وہاں لوہے کی ایک بڑی سائیکل بنی ہوئی تھی۔ جو بہت پرانی تھی اس پر زنگ کی تہ جمی ہوئی تھی مگر اسے روشنیوں سے خوب سجایا گیا تھا۔ سعودیہ سائیکلوں کا رواج نہ ہونے کے برابر ہے۔ بچوں کی سائیکلیں دیکھنے میں آئی تھیں جنھیں وہ سکول جانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

شہر میں چلتے ہوئے اچانک محسوس ہوتا کہ شہر ختم ہو گیا ہے مگر پھر سامنے بڑی بڑی عمارتیں نمودار ہوتیں اب ہم شارع ''سرین عزیزیہ'' پر تھے جس پر ''امیر ماجد'' سٹریٹ لکھا ہوا تھا۔

عزیزیہ

''عزیزیہ'' ایسی جگہ ہے جہاں زیادہ تر پاکستانی رہتے ہیں۔ محنت مزدوری کرتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی کثیر تعداد بھی اس علاقے میں موجود ہے۔ جہاں آدمی یہ محسوس نہیں کر پاتا کہ ہم سعودی عرب کے شہر جدہ میں ہیں یا پاکستان کے شہر کراچی میں۔ اردو بولنے والوں کی اس علاقے میں کثیر تعداد موجود ہے۔ اب ہمارا رُخ ''بنی مالک'' کی طرف تھا۔ یہ ایک بڑی مارکیٹ ہے۔ جس کے اندر جانے کے لیے ''ون وے'' ہے یہاں زیادہ کباڑ کی دکانیں ہیں۔ دن غروب ہو چکا تھا۔ لہٰذا ہم واپس آ گئے۔

نیلی مارکیٹ

اب ہم محمودیہ سعید مارکیٹ کے سامنے کھڑے تھے۔ اسے نیلی مارکیٹ بھی کہتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ پیرس اور نیویارک میں اعلیٰ اور خوب صورت عمارات ہیں مگر صناعی کا یہ نمونہ بھی نادر ہے۔ مجھے یہ مارکیٹ دیکھ کر شداد کی جنت یاد آئی شاید وہ بھی اس قدر خوب صورت نہ ہوگی۔ انسانی عقل کا یہ کرشمہ ہے دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے کہ یہ مصنوعی نظارہ ہے یا فطری۔ ساری مارکیٹ نیلے پتھر سے بنائی گئی ہے۔ بنوانے والے کو نیلے پتھر اور رنگ سے پیار تھا ہر جگہ نیلا رنگ استعمال کیا گیا ہے اس لیے اسے نیلی مارکیٹ بھی کہتے ہیں۔

دروازے سے داخل ہوئے تو دریا نظر آیا جو بہت چھوٹا تھا مگر مکمل دریا میں نیلا پانی بہ رہا ہے۔ دونوں کنارے مصنوعی گھاس سے مزین تھے دونوں طرف فٹ پاتھ بنا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے دکانیں۔ جدھر پانی جا رہا تھا ہم اُسی طرف چلنے لگے، پانی میں ایک جگہ مصنوعی مگر مچھ دوسری جگہ مینڈک اس سے آگے کچھوا اور مچھلی دیکھنے میں آئی یہ سب چیزیں اصلی معلوم ہوتی تھیں۔ نیلے پتھروں میں نیلا پانی اور یہ سب چیزیں نیلی۔ آگے گئے تو ایک کھجور کا درخت تھا جو سارے کا سارا

مصنوعی، اس پر ایک پلاسٹک کی بیل چڑھ رہی تھی آگے ٹیوب ویل لگایا گیا تھا جو چل رہا تھا اور پانی بکھیر رہا تھا۔ آسمان بھی مصنوعی بنایا گیا تھا۔ پھر مصنوعی موسم بھی بنائے گئے تھے آسمان پر کہیں کہیں بادل کے ٹکڑے تیر رہے تھے کہیں ستارے جھلملا رہے تھے کہیں چاند کرنیں بکھیر رہا تھا مگر تھے سب مصنوعی۔ دریا پر ایک لکڑی کا پل بھی بنایا گیا تھا۔ ساتھ ہی پتھر کاٹ کر دروازہ بنایا گیا ہے جو کہ قدرتی محسوس ہوتا تھا ایک پتھر کو سوراخ کر کے اس سے پانی نکالا گیا تھا۔ آگے ایک بڑ کا درخت بنایا گیا ہے جو سارے کا سارا مصنوعی تھا جس پر سب پینٹ کیا گیا ہے اس کی شاخیں اور پتے حقیقی ہونے کی غمازی کر رہے تھے۔ یہ درخت دو کنال جگہ پر محیط تھا۔ درخت کے نیچے کافی ہاؤس تھا۔ درخت پر چڑیاں بولتی ہیں۔ کوئل گانا گاتی ہے اس درخت کے ساتھ ایک راہٹ بنایا گیا تھا۔ جو کہ پاکستانی روایت کی عمدہ مثال تھا۔ راہٹ چل رہا تھا اور پانی نیچے گر رہا تھا۔ راہٹ بالکل پرانی طرز کا تھا۔ جس پر ''بوکے'' بندھے ہوئے تھے اور پانی کنویں سے نکالتے اور حوض میں ڈال رہے تھے۔ پاکستانی دیہات کا یہ ایک خوب صورت منظر تھا۔ کھجور کا درخت بانس جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ جس پر پتے بھی تھے مگر مصنوعی۔ اس کے سامنے کپڑوں اور گھڑیوں کی دکانیں سجائی گئی تھیں۔

آپ مارکیٹ میں رات دس بجے تک ٹھہریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ بادل گرجیں گے۔ پرندے چہچہائیں گے۔ گیدڑ بولیں گے۔ کتے بھونکیں گے۔ مینڈک ٹرائیں گے۔ شیر دھاڑیں گے۔ پھر اس مصنوعی آسمان پر مصنوعی بادل چھا جائیں گے۔ پہلے گرجیں گے پھر ہلکی ہلکی پھوار پڑے گی پھر بارش ہوگی۔ تھوڑی دیر میں بارش تھم جائے گی آسمان صاف ہو جائے گا۔ ستارے چمکنے لگیں گے اور پہاڑی پر قوس قزح بھی بن جائے گی۔ یہ تھا اس مارکیٹ کا مصنوعی موسم۔

سامنے کپڑوں کی دکان دیکھی۔ بغیر سروں کے عورتیں اور مرد خوب صورت کپڑوں میں ملبوس کھڑے تھے گویا ہر آنے والے کا استقبال کر رہے تھے اور دعوت دے رہے تھے کہ یہاں سے خوب صورت کپڑے خریدو۔ اس دریا کے کنارے ایک جگہ سویٹ بیکری تھی جس میں قسم قسم کی ٹافیاں تھیں جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ اس کے اندر دو جنٹلمین گھوم رہے تھے جن پر لکھا تھا۔

Sweet Factoryاس کی دوسری طرف ایک ندی تھی۔

اس سے آگے گارمنٹس کی دکان تھی وہاں ایک بچہ کھڑا تھا۔فرخندہ کہتی ہے دیکھو کیسا خوب صورت مصنوعی بچہ ہے ابھی ہم وہیں تھے کہ اس کی ماں نے اسے اٹھالیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو اصلی ہے۔ نیلی مارکیٹ میں اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ میں کھلونوں والی دکان میں داخل ہو گیا۔ان کھلونوں کی تفصیل بتانا مشکل ہے۔ ہر قسم اور رنگ کے چھوٹے بڑے کھلونے موجود تھے۔ بولنے والے، کھیلنے والے،کودنے والے، باتیں کرنے والے اور آنکھیں جھپکنے والے۔اس کے علاوہ کارٹون اور بیسیوں قسم کی گیندیں۔ قیمت پوچھو تو کانوں کو ہاتھ لگاؤ۔صرف ہائی جینٹری ہی خرید سکتی ہے۔

ساتھ ہی ایک دکان صرف ''اشتہارات'' کی تھی۔ جو اوپر سے نیچے ہر قسم کے مصنوعات کی مشہوری کر رہی تھی۔کھلونوں کی دکان سے ایک عربی آدمی نے بچوں کے لیے کھلونے خریدے۔ ایک بچے کے ہاتھ میں مرغی اور دُوسرے کے ہاتھ میں بطخ بالکل اصلی جیسی۔اس مارکیٹ میں ایک جگہ ایک مشین نصب تھی جس میں ریال ڈالو اور نمبر ڈائل کرو تو آپ کو مطلوبہ چیز مل جائے گی۔ بسکٹ یا ٹافی کا پیکٹ۔ہم ایک مٹھائی کی دکان پر گئے۔ جہاں پاکستانی طرز کی مٹھائیاں بنی ہوئی تھیں۔اس کے علاوہ وہاں دہی بھلے، پھینیاں، کریم رول اور رس گلے بھی تھے۔ہم نے رس گلے کھائے تو مجھے بھلوال کا سیال کوٹ موتی چور ہاؤس یاد آ گیا۔وہاں سے فارغ ہو کر ہم واپس چلے آئے۔راستے سے ہم نے حرا سنٹر سے بروسٹ خریدے۔رات دیر سے سوئے۔صبح میں نماز کے لیے اٹھا۔دروازے سے باہر نکلا تو آسمان کی طرف دیکھا۔آسمان پر کہیں بادل اور کوئی کوئی ستارہ چمک رہا تھا۔ میں مبہوت کھڑا رہا مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں ابھی نیلی مارکیٹ میں کھڑا ہوں۔ تھوڑی دیر میں میں نے اوسان بحال کیے اور مسجد کی راہ لی۔

اگلی صبح دیر سے اٹھے۔لطیف کے تین بھائی اور بھی اس کے ساتھ کام کرتے ہیں وہ سب صبح سویرے کام پر چلے جاتے۔ لطیف بھی صبح کام پر جاتا اور دوپہر کو واپس آتا۔آج میں بھی لطیف کے ساتھ چلا گیا۔ہم شمال کی طرف جا رہے تھے ائر پورٹ کی حد کے ساتھ ساتھ چوڑی سڑک پر

پھر سمندر کا کنارآ گیا۔ جہاں نئی آبادی آباد ہو رہی تھی۔ کوٹھیاں بن رہی تھیں۔ میں ایک طرف بیٹھا رہا، گھومتا پھرتا رہا اور لطیف کام میں مصروف رہا۔ مَیں ساحلِ سمندر کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ فضا سونی سونی تھی بالکل سنسان اکا دکا آدمی نظر آتا۔ مَیں کہنے لگا، واہ! سمندر کا ساحل! دن کو سنسان ہے اور رات کو روشن خوب صورت، جان دار اور حسین۔

سمندر کا ساحل

میں سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا اور کبھی سمندر کے کنارے بیٹھ جاتا۔ پتھریلی زمین تھی مَیں اپنے پاؤں پھیلا دیتا۔ جس سے بڑا مزہ آتا۔ سامنے ایک آدمی کو دیکھا جو سمندر میں اکیلا بوٹ چلا رہا تھا جس کی رفتار خاصی تیز تھی پھر چند اور چھوٹی بڑی اسی قسم کی سٹیم بوٹوں پر سوار کچھ لوگ نظر آئے جو دور تک آتے جاتے دکھائی دیے۔ سمندر کا پانی دور سے کالا نظر آتا مگر قریب آنے سے نیلا صاف اور شفاف۔ میں چلتا ہوا ذرا دور نکل گیا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ سمندری خلیج ہے جس کے دونوں طرف خوب صورت مکانات بنے ہوئے ہیں۔ ان عمارات میں نہایت قیمتی مختلف رنگوں کے پتھر مثلاً سبز، سفید، سرخ اور بھورے وغیرہ استعمال کیے گئے ہیں جنھیں دور سے دیکھیں تو بہت جاذبِ نظر لگتے ہیں۔

اب میرے سامنے ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے اس جزیرے میں چھوٹا مگر خوب صورت کھجوروں کا باغ ہے۔ سرسبز، ہری بھری کھجوریں ان کے نیچے ہری ہری گھاس۔ شائقین سیر کے لیے آتے جاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر اس جزیرے کی سیر کرتے ہیں۔ ذرا آگے پارک ہے جس میں بچوں کے لیے جھولے لگے ہیں وہاں کیکڑے کا مجسمہ بھی ہے۔ مجسمہ دور سے نہایت بھدا لگتا ہے مگر قریب سے اچھا۔ پارک کا ایک حصہ درختوں سے مزین کیا گیا ہے۔ ایک طرف ایک خوب صورت سرخ پتھروں سے بنی ہوئی مسجد ہے جس پر سرخ گنبد صناعی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ہم دوپہر کو گھر آئے کھانا کھایا اور لیٹ گئے۔

اُونٹ کا مجسمہ

شام کو پھر میں رانی اور بچے سیر کے لیے نکلے۔ اب ہم شہر کی دوسری طرف جا رہے تھے سامنے ایک چوک تھا جس میں عربوں کی روایت کو یاد رکھنے کے لیے اونٹوں کا مجسمہ بنایا گیا ہے۔ ایک اونٹ اوپر منہ کر کے کھڑا ہے جب کہ دُوسرا نیچے منہ کیے چر رہا ہے۔ شام ہو چکی تھی سمندر کا ساحل جاگ رہا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ابھی نیند سے بیدار ہوا ہے۔ تر و تازہ زائرین کی آمد جاری تھی۔ واپسی پر ہم جس راستے آئے اسی میں ہم نے ''ادارۂ مباحث'' درختوں کی زیبائش کا ادارہ اور خفیہ پولیس کے دفاتر دیکھے یوں یہ دن بھی گزر گیا۔

جدہ میں یہ ہمارا چوتھا دن تھا۔ اب واپسی کا کہا تو بچے اور فرخندہ آنسو بہانے لگے۔ بچے دادا ابو اور دادی امی کہتے کہتے پاؤں سے چمٹ گئے اور کہنے لگے۔ ''دادی اماں آپ نہ جائیں نا۔ دادا ابو آپ پھر کب آئیں گے۔'' بہر حال واپس تو جانا ہی تھا۔

انیس جنوری کو مَیں ابھی گھر ہی میں تھا کہ ہمارا ایک اور عزیز ہمیں ملنے آ گیا۔ وہ بھی ہمارے گاؤں کا ہے وہاں ٹیکسی چلاتا ہے مجھے اکیلے کو لے کر سیر کو نکل گیا۔ اس نے مجھے عزیزیہ دوبارہ دکھایا۔ وہاں ہم چند پاکستانی دوستوں سے ملے۔ دوپہر کا کھانا ہوٹل میں کھایا۔ میرا عزیز تین بجے سہ پہر مجھے گھر چھوڑ گیا۔

جدہ سے واپسی

چھے بجے ہم جدہ سے نکلے اور رات مکہ کی مختلف گلیوں بازاروں سے ہوتے ہوئے جرول پہنچ گئے۔ ہمیں دیکھ کر ہمارے ساتھی بہت خوش ہوئے۔ اب ہمارا معمول وہی رہا۔ صبح چار بجے کے قریب حرمِ کعبہ جانا، تہجد پڑھنا، ذکر و تلاوت کرنا، طواف کرنا اور اشراق پڑھ کر واپس آنا۔ میں واپسی پر ناشتا لے کر گھر آتا ناشتا کے بعد ہم آرام کے لیے لیٹ جاتے۔ گیارہ اور بارہ بجے کے

درمیان پھر حرمِ کعبہ آتے۔نمازِ ظہر کے بعد کبھی طواف کبھی تلاوت پھر عصر کی نماز کے بعد ذکر اور نماز مغرب کے بعد مولانا مکی کے بیانات سنتے۔عشا پڑھ کر واپسی۔واپسی پر مَیں کھانا لاتا جو ہم کھاتے اور دوستوں کو اکٹھا کر کے تھوڑی سی تعلیم کرتے اور سو جاتے۔

مقامِ ولادتِ حضور ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کا گھر

بائیس جنوری کو مَیں ناشتا کے بعد حرم کعبہ آ گیا اور حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی جگہ دیکھنے چلا گیا۔ پھر جنت المعلیٰ کی طرف نکل گیا۔ میرے ساتھ ایک دو اور حاجی بھی مل گئے ہم پوچھتے پوچھتے وہاں پہنچ گئے۔اس کے درمیان سے سڑک گزرتی ہے جو بہت زیادہ مصروف ہے۔ ہم سڑک کی دُوسری طرف گئے وہاں حضرت خدیجہ کا گھر ہے جسے دیکھ کر واپس آیا اور دو حاجیوں سے حضرت علیؓ کا گھر پوچھنے لگا پتا چلا کہ ان کا گھر صفا پہاڑی کے بالکل قریب تھا جو اب حرم کعبہ کا حصہ بن چکا ہے کچھ دوستوں نے یہ بھی بتایا کہ صفا مروہ کے باہر جو بیت الخلا ہیں یہاں ابوجہل کا گھر تھا۔ میں سوچنے لگا ملعون اسی قابل تھا، اچھا ہوا اس کا گھر بیت الخلا بن گیا۔

ہمیں انتیس جنوری کو واپس آنا تھا اٹھائیس کی شام کو مکہ چھوڑنا تھا چھے دن باقی تھے۔ان میں عبادت کے حوصلے پورے کرنا تھے، زیارات بھی کرنا تھیں ان چھے دنوں میں کافی دوست جو سعودی عرب میں کام کی غرض سے آئے ہوئے ہیں ملنے آئے کھانا بھی لاتے اور پھل بھی جو اس قدر ہوتا کہ ہمارا سارا گروپ کھاتا رہتا۔ میرے گروپ میں چھے عورتیں تھیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ وافر پیسے لے کر گئیں تھیں انھیں چیزیں خریدنے کا بہت شوق تھا وہ اکثر صبح ناشتا کر کے نکل جاتیں اور مختلف چیزیں خریدتیں مثلاً: کمبل، کھجوریں، استریاں، رومال، کپڑے، بیگ، سونے کے زیورات وغیرہ۔ انور (ہمارے گروپ کی ایک خاتون) ایک سنار کی دُکان پر گئی اور ایک سونے کی زنجیری خریدی۔ مجھے دکھائی میں نے تعریف کی تو خوش ہوئی۔ زنجیری کا وزن دس گرام تھا، ریٹ لکھا تھا ۶۸ ریال فی گرام۔ٹوٹل میں غلطی سے سیل مین نے ہزار ریال لکھ دیا۔ میں نے جب دیکھا

تو ہم سب گروپ والے اس دکان دار کے پاس گئے۔ بھلا وہ کب ماننے والا تھا، آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ بہر حال اس نے ڈیڑھ سو ریال واپس کر دیے۔ ہم نے اسے غنیمت سمجھا۔ پھر تو وہ سب عورتیں میرے سر ہو گئیں کہ ہمیں یہ چیز لے کر دو وہ یہ چیز لے کر دو، ہم دھوکا نہ کھا جائیں۔ مَیں ان کے ساتھ گیا اور انھیں سونے کے زیورات اڑسٹھ ریال کی بجائے چونسٹھ ریال میں لے کر دیے۔ ستائیس جنوری کو جمعہ تھا۔ ناصر ہمارا ایک عزیز شاگرد کافی عرصہ سے مکہ میں کام کے سلسلہ میں رہ رہا تھا۔ کھانا لے کر آیا اور لطیف بھی آ گیا۔ ہم نے غارِ حرا اور ثور جانے کو کہا تو وہ جھٹ ہائی ایس لے آئے ہم سب اس میں سوار ہوئے اور پہلے غارِ ثور کی زیارت کے لیے گئے غارِ ثور مکہ سے خاصی دور ہے اور مدینہ جانے والے راستہ سے دوسری طرف ہے۔ مَیں سوچنے لگا حضور ﷺ کی سوچ کمال تھی کہ مدینہ جانا چاہتے ہیں اور پناہ مخالف سمت لی۔

غارِ ثور

غارِ ثور کی چڑھائی آسان ہے ہم اُوپر جانا چاہتے تھے مگر اہلیہ اور دیگر خواتین کا کیا کرتے۔ نیچے ہی سے دیکھ کر واپس آ گئے۔ پھر وہاں سے ایک لمبی سرنگ کے ذریعے غارِ حرا کی طرف چل پڑے۔ ڈرائیور نے بتایا کہ مکہ میں ایسی بہت سی قبریاں ہیں مگر یہ سب سے لمبی ہے۔ ہم چار بجے کے قریب غارِ حرا کے دہانے پر کھڑے تھے۔ بہت سے حاجی اوپر چڑھ رہے تھے مگر ہم للچاتے رہے۔ اب اس پہاڑی کے دامن میں بہت سے گھر بن چکے ہیں جب کہ عہدِ نبویؐ میں یہ ویران علاقہ تھا۔ اس کی چڑھائی بہت مشکل اور عمودی ہے۔ اس لیے نہ چڑھ سکے۔ ہم واپس آ گئے۔ مَیں، اہلیہ اور رابعہ تینوں لطیف کے ساتھ اس کی گاڑی میں دوبارہ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی طرف نکل گئے۔ چوں کہ حج کے دنوں میں رش کی وجہ سے آدمی صحیح طریقے سے زیارت سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اب ان کی زیارت زیادہ پُر لطف اور پُر کشش تھی۔ پہلے منیٰ گئے جہاں رمی کی تھی وہ جگہ دیکھی جسے توڑ دیا گیا۔ اس کی چار تہیں بنانے کے لیے اسے توڑا گیا تھا۔ اس سے

آگے اس وادی کو دیکھا جہاں ابرہہ کا لشکر ابابیلوں نے تباہ کیا تھا۔ مَیں نے لطیف کو گاڑی تیز چلانے کو کہا تا کہ سُنّت پوری ہو جائے۔ اس کے بعد مزدلفہ پھر عرفات گئے۔ عرفات میں جبل رحمت پر چڑھے۔ عرفات میں اب ہر طرف نیم کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ جو خوب صورت نظارہ پیش کرتے ہیں۔ پھر واپس ہوئے۔ مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی۔ پھر وہ جگہ دیکھی جہاں مذبحہ خانہ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد خیموں کی جگہ جو اب اُجڑی اُجڑی سی تھی۔ خیموں کے کپڑے اُتار لیے گئے تھے۔ وہاں اب انسانوں کا آنا جانا زیادہ نہ تھا۔

رات آٹھ بجے کے قریب واپسی ہوئی راستے میں البیک جو کہ ''عرب کا سب سے اچھا ہوٹل سمجھا جاتا ہے۔'' اس سے بروسٹ لیے۔ اور دوبارہ کعبہ سے ہوتے ہوئے گھر پہنچ گئے۔ ہم نے کھانا کھایا، نماز پڑھی اور سو گئے۔ لطیف واپس چلا گیا۔

واپسی

۲۸ رجنوری کا دن کچھ عجیب تھا میرے دو عزیز غلام رسول اور جاوید صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو بابِ فہد کے سامنے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ اشراق پڑھی وہیں ہم نے ناشتا کیا اور گھر آ گئے۔ آج آرام کرنا مشکل تھا۔ رات آٹھ بجے ہمیں مکہ چھوڑنا تھا اگلے دن بارہ بجے ہمیں ہوائی جہاز پر سوار ہونا تھا۔ ہم سب کے لیے یہ دن انتہائی کرب کا دن تھا۔ کعبہ چھوڑنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ بہر حال گیارہ بجے تک سب نے سامان پیک کیا، بازار سے بورے خریدے گئے۔ رسیاں لے کر ان بوروں کو باندھا۔

طوافِ وداع

مَیں نے ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں حرمِ کعبہ میں پڑھیں۔ طوافِ الوداع کیا۔ جب حرمِ کعبہ سے نکل رہا تھا تو آنکھیں اشک بار تھیں۔ قدم بھاری بھاری تھے۔ جسم میں درد محسوس

ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی نہایت ہی پیارا بچھڑ گیا۔ میں کھویا کھویا گھر آیا۔ نو بجے کے قریب بسیں آ گئیں۔ ان پر سامان لادا اور بارہ بجے کے قریب مکان چھوڑا۔ پاکستان ہاؤس میں الوداعی کے لیے ایک گھنٹا سے زیادہ رُکنا پڑا۔ پاسپورٹ ان کے پاس جمع تھے۔ واپس لینے تھے۔ ٹکٹ اور دیگر کاغذات جب واپس ہوئے تو آنسو برسنا شروع ہو گئے۔ پھر کب اس عظیم گھر کی زیارت نصیب ہوگی۔ اہلیہ نے راستے میں مجھے بلایا تو میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر چپ ہوگئی۔ صبح ہم جدہ ائرپورٹ پر تھے۔ صبح کی نماز جماعت سے پڑھی سامان تلنے لگا۔ زیادہ سامان لانے کی ممانعت تھی مگر حاجیوں کو مجبور سمجھ کر معاف کر دیا گیا۔ جدہ ائرپورٹ پر ناشتا کیا۔ ٹھیک بارہ بجے ہوائی جہاز میں بیٹھے تھے۔ ایک بجے کے قریب جہاز میں کھانا پیش کیا گیا۔ دو بجے ہم نے ہوائی جہاز میں نماز پڑھی اور عصر کی نماز بھی ہوائی جہاز ہی میں پڑھی۔ جب ہم لاہور ائرپورٹ پر پہنچے تو سات بج رہے تھے۔ سامان اکٹھا کرتے دو گھنٹے اور لگ گئے۔ دوستوں کو ملنے میں مزید ایک گھنٹا۔ طارق بیٹا، خرم ڈاکٹر ناصر اور کرنل فرید ہمارا انتظار کر رہے تھے۔

جب ائرپورٹ سے باہر آئے تو سبھی ملے۔ امی کو دیکھ کر بچے بے حد خوش ہوئے۔ اب ہم حاجی ہو گئے تھے۔ گل برگ رات دس بجے پہنچ گئے۔ کھانا کھایا۔ دو بجے تک باتیں ہوتی رہیں اور پھر سو گئے۔ صبح نماز پڑھی پھر سو گئے۔

بارہ بجے واپس گھر آنا تھا۔ اعظم مارکیٹ سے رومال اور دیگر چیزیں بچوں کے لیے خریدیں۔ شام پانچ بجے ہم گھر پہنچ گئے۔ نام کے ساتھ حاجی اور حاجن کا اضافہ ہو گیا تھا۔

ضمیمہ:

حج کرنے کا طریقہ

حج کرنے کا طریقہ تو اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ میں بھی حج کا وہی طریقہ تحریر کر رہا ہوں، اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کتاب کی موجودگی میں کسی حاجی کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ پڑے۔

حاجیوں کے لیے ضروری سامان احرام کی چادریں ایک مکمل احرام اگر ہو سکے تو احرام کے ۲ عدد سیٹ مکمل، عورتوں کے احرام میں دو عدد رومال ضروری ہیں۔ نیز باقی سامان جو سفر اور دورانِ رہائش میں مکہ یا مدینہ کے لیے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل چیزیں لازمی ہیں:

وزارتِ حج سے آمدہ اصل لیٹر، چھے عدد تصویریں، بنک کی فوٹی والی رسید اصل، ٹیکا لگوانے کا کارڈ اور کتاب آمدہ وزارت مذہبی امور۔ اس کے علاوہ حاجی کیمپ میں چیزیں ملیں گی، انھیں بھی سنبھال کر رکھنا ضروری ہے۔ گلے والا لاکٹ، بازو والا تعارف نامہ، ٹریول چیک، حج پاسپورٹ و دیگر کاغذات۔

گھر سے روانگی

گھر سے روانہ ہونے سے پہلے نہا دھو لینا چاہیے، ناخن ترشوا لینے چاہییں، مناسب طریقے سے بال و حجامت وغیرہ کروا لینی چاہیے اور غیر ضروری بالوں کی صفائی بھی ضروری ہے۔ پھر غسل کر کے قریبی مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرنے چاہییں۔ عورتیں گھر میں نفل پڑھیں۔ نفلوں میں پہلی رکعت میں سورۂ کافرون تلاوت کرنا چاہیے اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص۔

نوٹ: مکروہ وقت کا خیال ضرور رکھا جائے پھر عزیز و اقارب کو مل لیں ان سے گناہوں کی معافی مانگ لیں اور سب کو معاف کر کے سفر شروع کریں۔ گھر والوں و دیگر عزیز و اقارب کے لیے دعائیں کر کے رخصت ہوں، پھر حاجی کیمپ پہنچیں وہاں سے ائرپورٹ جائیں گے۔ وہاں

پرواز سے آدھ گھنٹا پہلے وضو کر کے احرام باندھ لیں اور احرام کے دو نفل بھی پڑھ لیں۔ نماز کا وقت ہو تو نماز با جماعت ادا کر لیں اور ساتھ ہی عمرہ کی نیت کر لیں، عمرہ کی نیت یہ ہے:

عمرہ کی نیت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْ ھَالِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ مُخْلِصًا لِلّٰہِ تَعَالٰی.

''اے اللہ! میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں، تو میرے لیے عمرہ کی ادائیگی آسان فرما دے اور میری اس عبادتِ عمرہ کو قبول بھی فرما لے۔ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے مَیں نے عمرہ کی نیت کی۔''

نیت کرنے کے بعد تین مرتبہ تلبیہ پڑھ لیں۔

حج ہو یا عمرہ مکہ ہو یا مدینہ ہر جگہ تیسرا کلمہ کثرت سے پڑھنا چاہیے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ○

اس کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی پڑھنا چاہیے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَاعَزِیْزُ یَاغَفَّارُ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ○

جہاز میں سوار ہوں سواری کی دعا پڑھیں، ذکر فکر کے ساتھ سفر کریں، روزمرہ کے معمولات کرتے جائیں جہاز سے اتر کر بس میں بیٹھیں تو بھی دُعائیں پڑھتے جائیں کوئی دعا نہ آتی ہو تو مندرجہ بالا دعائیں پڑھتے رہیں، نیز تلبیہ بھی بار بار دہراتے رہیں، مکہ پہنچ کر اپنے ٹھکانے پر جائیں۔ سامان جلد از جلد سیٹ کریں۔ وضو کر کے کعبہ کی طرف چل پڑیں۔ دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام مکہ میں کعبہ جانے کی جلدی کریں۔ بہتر ہے کہ آپ باب السلام سے کعبہ میں داخل ہوں ورنہ کسی بھی دروازے سے داخل ہو سکتے ہیں، جب کعبہ پر پہلی نگاہ پڑے تو یہ پڑھیں:

سوئے طیبہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ.

اس کے بعد دُوسری دُعائیں مانگیں، جب انسان کعبہ میں داخل ہوتا ہے تو اس پر وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ چند منٹ وہاں ٹھہر جائیں تو آپ نارمل ہو جائیں گے، پھر وہ دعائیں جو آپ نے یاد کی ہیں یا دل میں سجا رکھی ہیں، کریں۔ اگر یہ دُعا کریں: ''اللہ جو دُعائیں میں آیندہ کروں گا، اُن سب کو قبول فرما۔ جن لوگوں نے دعا کے لیے کہا ہے ان کی جائز اور نیک حاجات پوری فرما۔ نیز یہ بھی دعا کر لیں کہ اے اللہ میری موت ایمان کی حالت میں آئے۔

اس کے بعد اس سبز بتی کی طرف آجائیں جہاں سے طواف شروع کرنا ہے۔ اب احرام کی چادر دائیں کندھے کے نیچے سے گزار کر بائیں کندھے پر اس طرح ڈالیں کہ دایاں کندھا ننگا ہو جائے اِسے اضطباع کہتے ہیں۔ طواف کی نیت یوں کریں، اے اللہ میں خالص تیری رضا کے لیے طواف کے سات چکروں کی نیت کرتا ہوں تو یہ میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما۔ اس کے بعد حجرِ اَسود کی سیدھ میں آجائیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

پڑھیں، اور ہاتھ چھوڑ دیں اگر موقع مل جائے تو حجر اسود کا بوسہ لیں اور اگر موقع نہ ملے تو دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرف اس طرح سے کریں کہ ہاتھوں کی پشت آپ کے چہرے کی طرف ہو، اس کے بعد

بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ.

پڑھ کر ہاتھوں کو چوم لیں۔ اس طرح ہر چکر میں استلام کرتے رہیں۔ تیسرا کلمہ اور اوپر والی دعا پڑھتے رہیں، پہلے چکر کی دعا یہ ہے۔

پہلے چکر کی دُعا

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ

وَلاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَتَصْدِیْقًا بِکَلِمَاتِکَ وَوَفَآءً بِعَھْدِکَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّۃِ نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجَاۃَ مِنَ النَّارِ، رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَاعَزِیْزُ یَاغَفَّارُ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ط

"(اقرار کرتا ہوں کہ) اللہ ہر عیب سے پاک ہے اور ہر خوبی اور تعریف صرف اللہ کے لیے ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی سب سے بڑا ہے، یہ قوت و طاقت اسی اللہ کی دی ہوئی ہے جو سب سے بالا اور برتر ہے اور اللہ کے رسول (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت وسلام نازل ہو۔ اے اللہ تجھ پر ایمان لاتے ہوئے اور تیرے احکامات پر یقین کرتے ہوئے اور تجھ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کی پیروی کرتے ہوئے (طوافِ کعبہ کر رہا ہوں)۔ اے اللہ میں تجھ سے ہر گناہ کی معافی، ہر بلا سے سلامتی اور دین و دنیا اور آخرت میں دائمی نجات کے ساتھ جنت کی نعمتیں اور جہنم کی آگ سے پناہ کا طلب گار ہوں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا اور اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما۔ اے سب سے برتر اے بخشش والے اے تمام عالم کے پالنے والے۔"

اسی طرح دوسرے تیسرے اور چوتھے چکر کی دعائیں لف ہیں انھیں دوبارہ لکھ لیں۔

دُوسرے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْحَرَمَ حَرَمُکَ وَالْاَمْنَ اَمْنُکَ

وَالْعَبْدَ عَبْدُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَهٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِبِکَ مِنَ النَّارِ، فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَى النَّارِ.

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِىْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ، اَللّٰهُمَّ قِنِىْ عَذَابَکَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِى الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ.

''اے اللہ! مَیں اقرار کرتا ہوں کہ یہ گھر تیرا ہی گھر ہے اور یہ پاک مقام تیرا مقدس حرم ہے، یہاں کا امن تیرا دیا ہوا ہے اور ہر بندہ تیرا ہی بندہ ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میرا باپ بھی تیرا ہی بندہ تھا۔ تیری پناہ میں آنے والے کے لیے یہ جگہ جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ اب ہمارے جسم کے ہر حصے کو جہنم کی آگ سے بچا لے۔ اے اللہ! ایمان کو ہماری سب سے محبوب چیز بنا دے، اسے ہمارے دلوں کی زینت اور رونق بنا دے، نافرمانی بُرے کاموں اور سرکشی سے نفرت پیدا کر دے اور ہمیں ہدایت پانے والوں میں شامل کر لے۔ اے اللہ، مجھے اپنے ہر عذاب سے اس دن بچا جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اے اللہ مجھے محض اپنی رحمت و کرم سے جنت عطا فرما۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا اور جنت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ داخل فرما۔ اے سب سے برتر، اے بخشش والے، اے تمام عالم کو پالنے والے۔''

(اب حجر اسود کے سامنے پہنچ کر بھیڑ اور ہجوم کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکیں تو جہاں کھڑے ہوں وہیں سے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر)

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

کہتے ہوئے یہ دعا شروع کیجیے۔

تیسرے چکر کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّرۡکِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوۡءِ الۡاَخۡلَاقِ وَسُوۡءِ الۡمَنۡظَرِ وَالۡمُنۡقَلَبِ فِی الۡمَالِ وَالۡاَھۡلِ وَالۡوَلَدِ. اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ رِضَاکَ وَالۡجَنَّۃَ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ سَخَطِکَ وَالنَّارِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَۃِ الۡقَبۡرِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَۃِ الۡمَحۡیَا وَالۡمَمَاتِ ط رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدۡخِلۡنَا الۡجَنَّۃَ مَعَ الۡاَبۡرَارِ، یَاعَزِیۡزُ یَاغَفَّارُ یَارَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ.

''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مجھے تجھ پر یقین نہ ہو اور میں تیرے ساتھ کسی کو شریک سمجھوں، پناہ مانگتا ہوں اختلاف و نفاق اور بد اخلاقی سے مجھے سامانِ زندگی اور بال بچوں کی تباہ حالی و بربادی سے بچا، اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا مندی چاہتا ہوں اور جنت کا امیدوار ہوں اور پناہ مانگتا ہوں تیرے غضب اور جہنم کی آگ سے۔ اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں عذابِ قبر سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کی ہر مصیبت سے، اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا، اور جنت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ داخل فرما، اے سب سے برتر، اے بخشش والے اے تمام عالم کے پالنے والے۔''

(اب حجرِ اسود کے سامنے پہنچ کر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینے کا موقع نہ مل سکے تو جہاں کھڑے ہوں وہیں سے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ وَلِلّٰہِ الۡحَمۡدُ.

پڑھ کر یہ دُعا شروع کریں۔

چوتھے چکر کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا صَالِحًا مَّقْبُوْلًا وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ، يَاعَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ يَااَللّٰهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ ط رَبِّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَنِيْ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ مِنْكَ بِخَيْرٍ. رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ.

''میرے اللہ! میرے اس حج کو قبولیت اور اس کوشش کو کامیابی عطا فرما اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنا اور میرے نیک اعمال قبول فرما اور ایسا کاروبار جس میں کبھی نقصان نہ ہو، اے دلوں کا حال جاننے والے، میری تاریک زندگی کو اے اللہ اپنی رحمت سے پرنور بنادے۔ میرے اللہ! رحمت کا ہر ذریعہ اور مغفرت کا ہر طریقہ نصیب فرما اور ہر گناہ سے بچنے اور ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے کا راستہ دکھا، جنت کے حاصل ہونے اور جہنم سے نجات پانے کا طلب گار ہوں، میرے مالک تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے اس پر صبر وقناعت عطا کر اور جو نعمتیں میرے حصہ میں آئی ہیں ان میں برکت دے اور ہر نقصان کا اپنے کرم سے مجھے نعم البدل عطا فرما۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا اور جنت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ داخل فرما۔ اے سب سے برتر۔ اے بخشش والے، اے تمام عالم کو پالنے والے۔

(اب حجرِ اَسود کے سامنے پہنچ کر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینے کا موقع نہ مل سکے تو جہاں آپ کھڑے ہوں وہیں سے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر)

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

پانچویں چکر کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلَّ عَرْشِکَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْهُکَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِیْئَةً مَرِیْئَةً لَّا نَظْمَآءُ بَعْدَهَا اَبَدًا. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعِیْمَهَا وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْفِعْلٍ اَوْعَمَلٍ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْفِعْلٍ اَوْعَمَلٍ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ، یَاعَزِیْزُ یَاغَفَّارُ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ o

"میرے اللہ! جس دن تیرے عرش کے سایہ کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا اور تیری ذات کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا، مجھے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا کر اور اپنے حبیب پاک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر سے وہ خوش ذائقہ دل بہار شربت نصیب ہو جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ سب بھلائیاں طلب کرتا ہوں، جو تیرے حبیب پاک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگیں اور اُن بُرائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں کا طلب گار ہوں اور ہر اس قول یا فعل یا عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو مجھے جنت کا حق دار بنادے اور جہنم کی آگ سے پناہ مانگتا ہوں اور ہر اس قول یا فعل یا عمل سے جو مجھے تیرے عذاب سے قریب کردے۔ اے ہمارے پروردگار،

ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا اور جنت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ہمیں داخل فرما۔ اے سب سے برتر، اے بخشش والے اے تمام عالم کے پالنے والے!''

(اب حجرِ اسود کے سامنے پہنچ کر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینے کا موقع نہ مل سکے تو جہاں آپ کھڑے ہوں وہیں سے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر)

بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

کہتے ہوئے یہ دُعا شروع کیجیے:

چھٹے چکر کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ حُقُوْقًا كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ وَحُقُوْقًا كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلْقِكَ. اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِيْ وَمَا كَانَ لِخَلْقِكَ فَتَحَمَّلْهُ عَنِّيْ وَاَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَنْ مَنْ سِوَاكَ يَاوَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ بَيْتَكَ عَظِيْمٌ وَّوَجْهَكَ كَرِيْمٌ وَّاَنْتَ يَااَللّٰهُ حَلِيْمٌ كَرِيْمٌ عَظِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ. رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ، يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

''اے اللہ مجھ پر تیرے بہت سے حقوق ہیں جو صرف میرے اور تیرے ہی درمیان ہیں اور بہت سے ایسے حقوق ہیں جو میرے اور تیری مخلوق کے درمیان ہیں۔ اے اللہ ان حقوق میں سے جن کا تعلق تیری ذات سے ہے تُو اُنھیں معاف کر دے اور جو حق تیری مخلوق کا مجھ پر رہ جائے اس کی معافی کا تو ذمہ دار بن جا اور رزقِ حلال عطا کرتا کہ حرام سے بچتا رہوں اور فرماں برداری کی توفیق دے کہ نافرمانی نہ کروں اور اپنے فضل و کرم

سے مجھے دوسروں کا محتاج اور دست نگر نہ بنا، اے بے انتہا بخشش والے۔ اے اللہ میں تیرے اس گھر کی عظمت کا اقرار کرتا ہوں اور تیری ہی ذات بڑی عزت والی ہے۔ میرے اللہ تو ہی بڑا بردبار، کرم والا، بڑی عظمت والا ہے تو معافی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے میری خطاؤں کو بھی معاف کر دے اے ہمارے پروردگار، ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا، اور اپنے مقبول بندوں کے ساتھ ہمیں جنت میں داخل فرما اے سب سے برتر اے بخشش والے، اے تمام عالم کو پالنے والے۔''

(اب حجرِ اسود کے سامنے پہنچ کر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینے کا موقع نہ مل سکے تو جہاں آپ کھڑے ہوں وہیں سے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر)

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

کہتے ہوئے یہ دعا شروع کیجیے:

ساتویں چکر کی دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَّيَقِيْنًا صَادِقًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّحَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّتَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَرَاحَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَ الْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ، يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ٥

''اے اللہ! مَیں تجھ سے ایمانِ کامل اور سچے یقین کا طالب ہوں، ڈرنے والا دل، تجھے یاد کرنے والی زبان عطا کر اور رزق میں کشائش و پاک کمائی کا طلب گار ہوں، سچے دل

سے توبہ، اور مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق نصیب کر، موت کے وقت آسانی اور مرنے کے بعد تیری رحمت و مغفرت کا امیدوار ہوں، حساب کے وقت معافی اور جنت کی کام یابی اور جہنم سے پناہ مانگتا ہوں، اے بڑی عظمت والے۔ اے بخشش والے یہ سب کچھ تیری ہی رحمت سے حاصل ہوگا۔ میرے مالک میرے علم میں اضافہ ہوتا رہے اور مجھے اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے بچا اور جنت میں اپنے مقبول بندوں کے ساتھ داخل فرما، اے سب سے برتر اے بخشش والے اے تمام عالم کو پالنے والے۔''

(اب حجرِ اسود کے سامنے پہنچ کر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینے کا موقع نہ مل سکے تو جہاں آپ کھڑے ہوں وہیں سے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر)

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. پڑھے۔

اس طرح دُعائیں پڑھتے ہوئے سات چکر مکمل کریں۔ ان بوسوں کی تعداد آٹھ ہوگی۔ اب آپ کا طواف مکمل ہے۔ اب خوب دعائیں مانگیں اپنے لیے عزیز و اقارب کے لیے۔ یہاں سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم پر جائیں پھر دونوں کندھے ڈھانپ کر دوگانہ نفل ادا کریں۔ نیت یوں کریں: دو رکعت نماز واجب طواف، پہلی میں سورۂ کافرون پڑھیں اور دوسری میں سورۂ اخلاص، ہاں اگر مقامِ ابراہیم پر جگہ نہ ملے تو مطاف میں کسی جگہ نفل پڑھ لیں۔ اس کے بعد کولروں سے پیٹ بھر کر پانی پییں، کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے اور دُعائیں بھی پڑھیں۔ یہ دُعا زیادہ بہتر ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِنْ کُلِّ دَآءٍ.

اِس دُعا کے بعد دوبارہ حجرِ اَسود کا استلام کریں، یعنی بوسہ دیں یا بوسہ کی سی کیفیت پیدا کریں۔ اس کے بعد سعی یعنی صفا مروہ کی طرف چلے جائیں اور یہ پڑھ کر سعی شروع کریں:

اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ط

یعنی سعی اس جگہ سے شروع کرتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے ذکر کیا۔ بے شک صفا اور

مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی پڑھیں:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ.

دورانِ سعی میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھتے رہیں۔ پہلے چند گز چلنے کے بعد سبز بتی پر دوڑیں یا تیز چلیں اور ساتھ یہ پڑھیں:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ ط

عورتیں نہ دوڑیں۔ مروہ پر پہنچ کر قبلہ رُخ ہو کر جو چاہیں دعا کریں، پھر مروہ سے صفا کی طرف روانہ ہو جائیں، صفا پر پہنچ کر پھر قبلہ رُخ ہو کر دعا مانگیں، ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوگا۔ یاد رہے صفا سے مروہ تک ایک چکر شمار ہوگا اور مروہ سے صفا تک دوسرا۔

اس کے بعد دوبارہ مطاف میں جا کر دو رکعت نفل ضرور پڑھیں۔ یہ نفل صرف شکرانے کے لیے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے بعد مطاف سے باہر آ کر بازار چلے جائیں اور سر منڈوائیں۔ مرد اپنے بال آپ نہ کاٹیں، اور عورتیں بالوں کی چھوٹی سی لٹ کاٹ دیں، اب احرام کی پابندیاں ختم، دوسرے کپڑے پہن لیں، اب آپ کا عمرہ مکمل ہے۔

حج کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَيْتُ الْحَجَّ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی.

”اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لیے حج کی ادائیگی آسان فرمادے، اور مجھ سے اس عبادتِ حج کو بھی قبول فرمالے۔ خالص اللہ کے لیے میں نے حج کی نیت کی۔“

مکہ مکرمہ سے منیٰ روانگی

۷۔ ذی الحجہ کو حج کے لیے منیٰ کی تیاری کرنا ہوگی۔ غسل کر لیا جائے، کپڑے دھو لیے جائیں، ۷۔ ذی الحجہ شام کو یا ۸ ذی الحجہ صبح کو وضو یا غسل کر کے اپنی جائے رہائش پر احرام باندھ لیا جائے۔ اسی طرح خواتین بھی احرام کا رومال لے کر بالوں کو باندھ لیں دوبارہ دو نفل برائے احرام ضرور

پڑھ لیں، یعنی پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اِخلاص پڑھیں۔ نفل پڑھ کر سر ننگا کر لیں۔ پھر صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ روانہ ہو جائیں۔ تلبیہ پڑھتے ہوئے جائیں، دیگر ذکر و اذکار بھی کرتے رہیں۔ عصر، مغرب، عشا اور فجر کی نمازیں منیٰ میں ادا کریں۔

۹ رذی الحجہ کو میدانِ عرفات روانگی ہوگی، وقوفِ عرفات فرض ہے۔ ۹ رذی الحجہ کی فجر کی نماز کے بعد سے لے کر ۱۳ رذی الحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر تشریق ضرور پڑھیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

فجر کی نماز کے بعد تلبیہ پکارتے ہوئے عرفات کو روانہ ہو جائیں، ظہر سے پہلے میدان عرفات ضرور پہنچیں، کوشش کریں کہ مسجد نمرہ کے قریب جگہ مل جائے، ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں امامِ صاحب کے پیچھے پڑھیں۔ حج کا خطبہ سنیں۔ سورج غروب ہونے تک عرفات میں وقوف کریں۔ عبادت کریں، توبہ و استغفار کریں، بار بار تلبیہ پڑھیں۔ درود شریف، سورۂ اِخلاص کلمہ طیب سو سو مرتبہ پڑھیں۔ دیگر اذکار بھی کریں۔

سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوں۔ مغرب کی نماز عرفات میں نہ پڑھیں۔

وقوفِ مزدلفہ

وقوفِ مزدلفہ واجب ہے۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشا کی نماز ادا کریں۔ یہ دونوں نمازیں اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ پہلے مغرب کے فرض پھر عشا کے فرض پڑھیں۔ اس کے بعد پہلے مغرب کی سنتیں پڑھیں، پھر عشا کی سنتیں اور وتر ادا کریں۔ رات کو مزدلفہ کی کسی جگہ سے ۷۰ کے قریب کنکریاں بھی چن لیں اور شاپر میں ڈال لیں۔ مزدلفہ میں رات بھر عبادت کریں۔ کچھ آرام بھی کریں۔ صبح کی نماز اوّل وقت میں پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔ یہاں بھی توبہ و استغفار کریں اور ضرورت کی دعا مانگیں یہ رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

۱۰۔ ذی الحجہ: مزدلفہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں اپنے خیمے میں پہنچیں۔ ناشتا وغیرہ کر کے پھر شیطان کو کنکریاں مارنے نکل جائیں۔ وہاں پیدل جانا ہوتا ہے، رمی کی جگہ اچھی خاصی دور ہے، مستقل مزاجی سے چلتے رہیں، جب بڑے شیطان کے پاس جائیں تو بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہ کر دائیں ہاتھ سے زور سے شیطان کو کنکر ماریں اس مقام پر بھی تلبیہ ضرور پڑھیں۔ عورتیں بھی اپنی کنکریاں خود ماریں۔

قربانی

یہ بھی واجبات حج میں سے ایک واجب ہے، کنکریاں مارنے کے بعد جا کر قربانی کریں۔ خود قربانی کا جانور ذبح کرنا بہتر ہے، قربانی بذریعہ بنک بھی ہو سکتی ہے۔

حلق یا قصر

یہ عمل بھی واجب ہے۔ قربانی سے فارغ ہو کر مرد پورے سر کے بال منڈوائیں اور عورتیں بالوں کی لٹ ایک پور کے برابر خود کاٹ لیں۔ منیٰ میں سر منڈوانا سُنّت ہے۔ اس کے بعد آپ احرام کھول دیں اور نہا کر سلے ہوئے کپڑے پہن لیں۔

طوافِ زیارت

یہ بھی فرض ہے، اور ۱۲ ر ذی الحجہ تک کیا جا سکتا ہے مگر ۱۰ ر ذی الحجہ کو افضل ہے۔ طوافِ زیارت کے لیے منیٰ سے مکہ جائیں اور حسبِ سابق طواف کریں۔ طواف کے دو نفل واجب طواف پڑھیں، زم زم پییں اور پھر صفا مروہ کے سات چکر لگائیں اور واپس منیٰ پہنچ جائیں۔

دُوسری رمی

۱۱ ر ذی الحجہ کو بھی تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا واجب ہے۔ یہ عمل بھی ظہر یعنی زوال کے

بعد کیا جانا چاہیے۔ پہلے چھوٹے شیطان کو حسبِ سابق بِسْمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر ماریں، سات کنکریاں مکمل کریں، اسی طرح پھر درمیانی شیطان کو ماریں۔ اس کے بعد بڑے شیطان کو ماریں اور ساتھ شیطان کو ملامت بھی کریں اور ساتھ ہی اللہ کی بڑائی بیان کریں، کنکریاں مارنے کے بعد دُعا کرنا سُنّت ہے۔

تیسری رمی

یہ زوال کے وقت کی جاتی ہے۔ ۱۲/ذی الحجہ کو حسبِ سابق تینوں شیطانوں کو ترتیب سے کنکریاں مارنے کے بعد آپ پورے حاجی ہو جاتے ہیں اب مکہ معظّمہ روانہ ہوں۔ اس روز سورج غروب ہونے سے پہلے منیٰ کو چھوڑ دیں اور مکہ میں اپنی رہائش پر چلے جائیں اور اپنے معمولات میں مشغول ہو جائیں۔

طوافِ وداع

حج کے بعد آپ جتنا عرصہ چاہیں مکہ ٹھہریں مگر مکہ چھوڑنے سے پہلے آپ کو طوافِ وداع کرنا ہوگا۔ اپنے ملک روانگی سے پہلے طواف وداع کیا جاتا ہے، یہ سلے ہوئے کپڑوں میں کیا جا سکتا ہے یہ مکہ چھوڑنے کے وقت سے چند گھنٹے پہلے کرنا چاہیے۔ طریقہ وہی ہے جب کعبہ چھوڑ رہے ہوں تو رو رو کر عزیز و اقارب کے لیے دعائیں کریں۔ پوری امت کے لیے دعائیں کریں، ملک کے لیے دعائیں کریں۔ مقامِ ابراہیم پر دو نفل پڑھیں، آبِ زم زم خوب پییں۔ حجرِ اَسود کا بوسہ لیں یا بوسہ لینے کی کیفیت پیدا کریں۔ کعبہ سے بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے اور دل میں دوبارہ حج کرنے کی تمنا لے کر نکلیں، نیز آنکھیں اشک بار ہوں۔

..........☆☆☆..........